بسم الله الرحمن الرحیم

سرزمین وحی کی برکتیں

مؤلف:

محمدی رے شہری

مترجم:

سید احمد حسین حسینی

کتاب کا نام : سرزمین وحی کی برکتیں
مؤلف: محمدی رے شہری
مترجم: سید احمد حسین حسینی
مصحح: ڈاکٹر جعفر رضی خان
نظر ثانی: سید مبین حیدر رضوی
پبلشر: موسسہ فرہنگی ہنری مشعر
ایڈیشن: فروری ۲۰۱۵ء
تعداد:
قیمت:
مشعر کے ہول سیلرز:
تہران: ٹیلیفون نمبر: ۶۴۵۱۲۰۰۳ ــ ۰۲۱
قم: ٹیلیفون نمبر: ۳۷۸۳۸۴۰۰ ــ ۰۲۵

فہرست

پیش لفظ ۹

پہلا باب: بہترین برکتیں

اجتماعی برکتیں: ۱۵
بہترین اجتماعی برکتیں: ۱۶
ذاتی برکتیں: ۱۷
سرزمین وحی کی بہترین برکتیں: ۱۷
اے خدا! میں حاضر ہوں: ۱۹
لبیک، اے میرے بندے! ۲۳
خدا کا جوان عاشق: ۲۵
بغیر کچھ مانگے ملنے والی عنایات: ۲۸
مِنیٰ میں لگنے والی آگ سے نجات: ۲۹

دوسرا باب: بہترین زادِ سفر

خانہ خدا کی زیارت کی اہمیت: ۳۵
لوٹ جا کہ تو نے حج ادا نہیں کیا! ۳۸

تیسرا باب: برکتوں سے فیض یاب ہونے کے شرائط

برکتوں سے فیض یاب ہونے کے شرائط ۴۹
اصلی شرط: ۵۰
وہ جگہ جہاں محبت کی: ۵۲
دل کا پاک کرنا، آخر کیسے؟ ۵۲

خدا سے بے تکلف بات کیجئے: ۵۴
ایک اور شکستہ دل کی دعا کی قبولیت: ۵۹
مکہ کا ایک شکستہ دل مسافر: ۶۰
منی میں ایک دل شکستہ شخص: ۶۴
ایک اور مثال: ۶۷

چوتھا باب: امام عصر علیہ السلام کا دیدار

مشرف ہونے کا امکان: ۷۴
جھوٹے مدعی: ۷۵
امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک پیغام: ۷۶
دیدار کا ذریعہ: ۷۸
آیت اللہ بہاء الدینی کا تشرف: ۷۹
طواف کے دوران تشرف: ۸۰
عرفات کے مقام پر تشرف: ۸۲
مسجد الحرام کی راہ میں تشرف: ۸۴
دیدار کے لئے مناسب دستور العمل: ۸۵

پانچواں باب: امام عصر علیہ السلام سے متوسل ہونا

امام عصر علیہ السلام سے متوسل ہونا ۸۹
جحفہ کی راہ میں: ۸۹
جمرات سے لوٹتے ہوئے: ۹۲
عرفات کے راستے میں: ۹۳
منی میں: ۹۶

چھٹا باب: مختلف یادیں

تمہیں کوئی خطرہ نہیں: ۱۰۱

ساوہ کے بیمار کی شفاء کا واقعہ: ۱۰۳
کعبہ کے پاس دعا کی قبولیت:.. ۱۰۴
ایک جوان زائر کی پیش گوئی: ۱۰۵
حضرت ام البنین علیہ السلام سے متوسل ہونا: ۱۰۶
حضرت ام البنین علیہ السلام کی ایک اور کرامت: ۱۰۷
بیس بار تشرف کی درخواست: ۱۰۹
بن مانگے کی نعمت: ۱۱۰
منی میں گمشدہ شخص کی امداد: ۱۱۱
امام مجتبی علیہ السلام سے متوسل ہونا: ۱۱۲
حضرت فاطمہ علیہا السلام کی عنایت:.. ۱۱۴
حضرت زہرا علیہا السلام کی ایک اور کرامت: ۱۱۶
ایک اور کرامت: ۱۱۸
بیٹے کی شفاء: ۱۲۰

پیش لفظ

سرزمین وحی، برکات الہی کے نزول کا مرکزی نقطہ ہے۔اس دیار نے اپنے مسافروں کو اپنی برکات اور کرامات سے متعلق میٹھی یادوں اور دلچسپ اور سبق آموز مشاہدات کا تحفہ دیا۔ کتنے ہی لوگ ایسے تھے جو اس سرزمین پر خداوند تعالی کی غیبی امداد سے فیضیاب ہوئے۔ کتنی ہی بلند آرزوئیں اور تمنائیں ایسی تھیں جو یہاں آکر پوری ہوئیں۔ کتنی ہی دعائیں اور مناجات ایسی تھیں، جنہیں یہاں قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔

ہر وہ شخص جس نے اس سرزمین کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہو یا اس کے زائرین سے روابط قائم کئے ہوں، کم و بیش اس سرزمین کی برکات اور کرامات سے آگاہ ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن صد افسوس کہ یہ عبرت ناک حادثے (جنہیں درحقیقت توحید کے تجرباتی سبق کا نام دیا جاسکتا ہے) صحیح انداز سے تاریخ کے صفحات پر درج اور منقّش نہیں ہوئے۔لازماً اگر یہ یادیں اور حادثے شروع ہی سے کتابی شکل میں لکھے اور منتشر ہوتے تو اب تک اس موضوع پر بہت سی سبق آموز کتابیں جمع ہوچکی ہوتیں جو بیت الحرام کی آیات بینات[1] کی تائید اور تفسیر کرنے پر قادر ہوتیں۔

میں خانہ خدا کے زائرین سے اپنے مسلسل رابطے کی وجہ سے اس قابل ہوا کہ سرزمین وحی سے متعلق اکثر واقعات اور کرامات کے بارے میں معلومات جمع کرسکوں۔ یہ سوچ کر کہ کہیں یہ واقعات اور کرامات بھی پہلے کے واقعات کی طرح ذہنوں سے محو نہ ہوجائیں اور لوگ پہلے زمانے کے لوگوں کے ان معنوی تجربات سے فیضیا بہونے سے

۱۔(فِیهِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ)۔آل عمران: ۹۷

محروم ہی نہ رہ جائیں، میں نے ہاتھ آنے والے تمام واقعات اور حادثات سے متعلق معلومات اس کتاب کی صورت میں جمع کرلیں۔ اس امید کے ساتھ کہ یہ کام اس موضوع سے متعلق زیادہ بہتر اور زیادہ کامل کتابوں کی تدوین کی راہ میں پہلا قدم ثابت ہوگا اور اس سنت حسنہ کی تکمیل آنے والے لوگ کریں گے اور انہیں کے وسیلے سے اس سنت حسنہ کو دوام حاصل ہوگا۔

کتاب کے متن سے پہلے چند ضروری باتیں:

۱: کتاب میں سرزمین وحی سے متعلق یادیں، مکہ اور مدینہ کی ان باتوں پر مشتمل ہیں جو بلاواسطہ میری اپنی موجودگی میں ریکارڈ کی گئیں۔ البتہ ان باتوں کے ساتھ ساتھ بعض ایسی دیگر باتیں بھی ہیں جو مجھے خطوط کی صورت میں موصول ہوئیں۔

۲: اس کتاب میں آنے والے واقعات تمام موصول ہونے والے واقعات نہیں بلکہ ان واقعات کا ایک چھوٹا سا انتخاب ہے۔

۳: اس مجموعے میں ہم نے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جن کا تعلق یا تو واقعات بیان کرنے والے کی اپنی ذات سے ہو، یا وہ واقعات کا چشم دید گواہ ہو یا پھر کسی ایسے شخص نے اسے یہ واقعات سنائے ہوں جس پر اسے مکمل اعتماد اور اطمینان ہو۔

بہر حال یہ بات طے ہے کہ کتاب میں بیان ہونے والے تمام واقعات موجودہ دور ہی میں رونما ہوئے ہیں۔

۴: اس مجموعے کا مقصد صرف واقعات کا بیان کرنا نہیں بلکہ سرزمین وحی کے زائرین کو ان واقعات سے آشنا کرنا بھی ہے۔ ساتھ ہی یہ واقعات سرزمین وحی کے زائرین کو اس پاک سرزمین کی کرامات سے مستفید ہونے کے طریقے بھی بتاتا ہے۔ اور انہیں یہ یقین دلاتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے چند خاص زائرین کے لئے رونما ہونے والے واقعات دوسرے

زائرین کے لئے بھی رونما ہوسکتے ہیں اور اس سرزمین پر قدم رکھنے والا ہر شخص اپنی معرفت اور کوشش کے مطابق اس سرزمین کی برکات سے کسب فیض کرسکتا ہے۔

۵: سرزمین وحی کی کرامات دراصل توحید کے تجرباتی دلائل ہیں جن کی ترویج و اشاعت معاشرے بالخصوص نوجوانوں کے عقائد کی بنیادوں کو مستحکم بنانے میں دیگر تمام اقسام کی تحریروں سے زیادہ مفید اور کارگر ثابت ہوسکتی ہے۔ آخر میں خانہ خدا کے تمام زائرین سے بالعموم اور کاروانوں کے سربراہان اور روحانیوں سے بالخصوص تقاضا کیا جاتا ہے کہ اس بارے میں اپنی معلومات مقام معظم رہبری کے دفتر ارسال فرمائیں تاکہ انہیں کتابی صورت میں نشر کیا جاسکے۔ اگر کوئی نہیں چاہتا کہ اس کا نام منظر عام پر آئے تو اس کی خواہش کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا بالکل اسی طرح جس طرح اس کتاب میں رکھا گیا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

محمدی رے شہری

۱۳۸۰/۵/۴

۵ جمادی الاول۔ ۱۴۲۲ھ

پہلا باب

بہترین برکتیں

سرزمین وحی تمام انسانوں کی مادی اور معنوی برکات کا سرچشمہ ہے۔ یہاں ہم ان برکات اور ان کے ذاتی اور معاشرتی فوائد پر روشنی ڈالیں گے۔

اجتماعی برکتیں:

امت اسلامی کے لئے سرزمین وحی کی معنوی اور مادی برکتوں کی کوئی حد نہیں۔ حج کے موسم میں یہ برکتیں کچھ اس انداز سے جلوہ افروز ہوتی ہیں کہ قرآن کے بقول تمام مسلمان اس کے حسین اور امید افزاء جلوہ نمائی سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اس بارے میں قرآن فرماتا ہے: (لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ)[1]

ترجمہ: تاکہ حج کے موسم میں وہ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں۔

امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: اس آیہ کریمہ میں "منافع" سے مراد دنیاوی منافع ہیں یا اخروی منافع؟

امامؑ نے فرمایا: تمام۔[2]

۱۔ حج: ۲۸

۲۔ "قرآن و حدیث میں حج اور عمرے کا بیان"، ص ۱۹۷، ح ۲۸۷

جی ہاں ! امت اسلامی خانہ توحید، کلمہ توحید اور توحیدِ کلمہ کی بدولت مادی اور معنوی منافع اور تمام مسائل سے متعلق اپنی دنیاوی اور اخروی ضرورت کا تحفظ کر سکتی ہے۔

بہترین اجتماعی برکتیں:

سرزمین وحی کی بہترین اجتماعی برکات اور منافع آل محمد کے امام مہدی (ارواحنا فداہ و عجل اللہ فرجہ) کی اسلامی حکومت سے مربوط ہیں جس کے بارے میں قرآن نے خداوند تعالی کے یقینی وعدے کی بشارت کچھ یوں دی ہے:

(وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ)[1]

ترجمہ: اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین ـ کی حکومت ـ کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔

بے شک وہ دن ضرور آئے گا جب اسلام کا سورج کعبہ سے طلوع ہو کر تمام دنیا کے دلوں کو منور کرے گا اور دنیا کا نظام انسانی قدر و قیمت کے ہاتھوں میں دیا جائے گا۔ امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "جب امام زمانہؑ ظہور فرمائیں گے تو ان کی پیٹھ کعبے کی طرف ہوگی اور اپنے ارد گرد کھڑے اپنے تین سو تیرہ (۳۱۳) ناصروں سے اس آیت کی صورت میں پہلا کلام فرمائیں گے۔

(بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ)[2]

ترجمہ: اللہ کی طرف کا ذخیرہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم صاحب ایمان ہو۔ اس کے بعد فرمائیں گے:

۱۔ انبیاء: ۱۰۵

۲۔ ہود: ۸۶

انا بقیۃ اللّٰہ وخلیفتہ وحجتہ علیکم

ترجمہ: میں تمہارے لئے بقیۃ اللہ اور اس کا خلیفہ اور حجت ہوں۔

اس کے بعد اس پر سلام کرنے والے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ کہے:

السلام علیک یا بقیۃ اللّٰہ فی ارضہ [۱]

ترجمہ: سلام تجھ پر! اے زمین پر اللہ کے باقی رہنے والی حجت!

ذاتی برکتیں:

معاشرے کے لئے لاتعداد فوائد کے علاوہ اس سرزمین وحی کے بے شمار ذاتی فائدے بھی ہیں جن سے ہر انسان واحد اور اس گھر کا زائر فیضیاب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بلکہ ایسے کئی لوگ ہیں جو پہلے ہی ان ذاتی فوائد سے فیضیاب ہو چکے ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذکر اس کتاب میں کیا جائے گا۔

سرزمین وحی کی بہترین برکتیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ سرزمین وحی کی بہترین برکات وہ برکات ہیں جن کا کام دل کے آئینے کو غبار اور زنگ خوردگی سے صاف کرنا اور اسے از سر نو جلا بخشنا ہے اور اس کام کے لئے بہترین موقع حج کے ایام ہیں۔

جب دل کا آئینہ زنگ آلودگی سے پاک ہو جاتا ہے اور جب آنکھوں کے سامنے سے ان آلودگیوں کا دبیز پردہ ہٹ جاتا ہے تو دیدہ دل اس دعا کی قبولیت کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے کہ:

۱۔ کمال الدین، ص ۳۳۱، ج ۱۶

(وان ابصار قلوبنا بضیآء نظرها الیک حتی تخرق ابصار القلوب حجب النور فتصل الی معدن العظمة)۔[1]

ترجمہ: ہمارے دیدہ دل کو، جب وہ تیری طرف دیکھ رہا ہوگا، تو اسے روشنی سے منور کر تا کہ وہ نور کے (دبیز) پردوں اور حجابات کو چیرتے ہوئے عظمت کی بلندیوں پر فائز ہو جائے۔

دیدہ دل، نور کے حجابات سے گذر کر اور صاحب خانہ کی تجلی سے مزید روشن ہو کر عظمت کے خزانوں تک جا پہنچتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ یہ برکت ہر شخص کے حصے میں آنی ممکن نہیں، اس کے لئے بلند ہمت اور عشق سے معمور دل کی ضرورت ہوتی ہے؛ ایسی ہمت جو خدا کے علاوہ تمام خواہشات سے دل کو تہی کر دے اور ایسا عشق جو عاشق پر سیر و سلوک کے تمام مراحل آسان کر دے۔

یہاں اس نجات یافتہ عارف کی بات سے فیضیاب ہونے کی ضرورت ہے جس نے حج کے سفر کی پیشکش سن کر یوں جواب دیا: جاؤ اور جا کر پہلے عشق کے آداب سیکھو، تب ہم مکہ جائیں گے۔[2]

پھر کہا: جب کوئی شخص مُحرم ہوتا ہے (یعنی احرام باندھتا ہے) تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ یہاں آیا ہے تا کہ خدا کے علاوہ باقی تمام چیزیں خود پر حرام قرار دے۔ (اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ) جیسے ہی اس نے تلبیہ (لبیک) کہا تو گویا اسی وقت اس نے خدا کے علاوہ باقی تمام چیزیں خود پر حرام کر دیں۔ وہ تمام چیزیں جو خدا کو پسند نہیں، اس پر بھی حرام ہیں اور چاہیئے کہ وہ آخری دم تک خدا کے علاوہ کسی اور چیز پر دھیان نہ دے۔[3]

۱۔ مفاتیح الجنان: مناجات شعبانیہ۔
۲۔ کیمیائے محبت، نواں باب: (حج الاولیائے خدا)۔
۳۔ ایضاً

امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ کے خوبصورت اور معرفت سے لبریز بیان کے مطابق:

صرف وہی لوگ در حقیقت مسلسل لبیک کی صدائیں لگاتے ہیں جو اپنے پورے وجود سے حق کی صدا سنتے اور اللہ تعالی کی دعوت کا جواب انتہائی جامع صورت میں دیتے ہیں۔ اصل مسئلہ، محبوب کے جمال کا مشاہدہ اور اس کے حضور، حاضری کا ہے۔ گویا (اس مقام پر) پہنچنے والا اس مقام پر آکر مدہوش ہو جاتا ہے اور بے خودی کے عالم میں دعوت کا جواب (بھی دعوت ہی کی صورت میں) دہرانے لگتا ہے۔۔۔[۱]

کبھی کبھار عاشقانہ احرام باندھتے ہوئے اور احرام کے وقت کے الفاظ یعنی:

(لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک)

دہراتے ہوئے عاشق پر وہ بے خودی طاری ہونے لگتی ہے کہ اس کے وجود کا قالب اس کے وجود سے خالی ہو جاتا ہے! ممکن ہے درج ذیل واقعہ اس انداز سے احرام باندھنے کی ایک مثال ثابت ہو:

اے خدا! میں حاضر ہوں:

حجت الاسلام والمسلمین جناب حسین انصاریان نقل کرتے ہیں:

"حاجی احمد کاشانی، جن کا شمار باتجربہ قافلہ سالاروں میں ہوتا ہے، ایک بلند قامت، خوبصورت نورانی چہرے اور بزرگوار شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ اب تک تقریباً تیس بار حج کے سفر سے مشرف ہو چکے ہیں جن میں چار یا پانچ ہوائی سفر بھی شامل ہیں۔ پرانے دنوں ہی سے وہ ایک بس کے مسافرین کے برابر لوگوں کی رجسٹریشن کراتے تھے اور انہیں مقامات مقدسہ کی زیارات کے مقصد سے عراق اور پھر حج بیت اللہ لے جایا کرتے تھے۔ وہ بیان کرتے تھے: جس سال میں مسافروں کو کاظمین اور عراق لے جایا کرتا تھا تاکہ

۱۔ عید قربان کی مناسبت سے خدا کے گھر کی زیارت کرنے والے حجاج کو امام خمینیؒ کا پیغام۔

انہیں مقامات مقدسہ کی زیارت کرانے کے بعد مکہ مکرمہ لے جاؤں، (تو میں نے دیکھا کہ) کاروان میں دوسرے مسافروں کے ہمراہ ایک صاحب اور ان کی شریک حیات بھی تھیں جو انتہائی خاموش، باوقار اور مؤدب تھے۔ ان کو الوداع کرنے والوں میں سے ایک میرے پاس آیا اور کہنے لگا: حاجی احمد صاحب! یہ میاں بیوی بہت کم گو اور باحیا ہیں، ان کا خیال دوسروں سے زیادہ رکھیئے گا۔

میں نے کہا: جی بہتر! یوں تو میں تمام لوگوں کا خیال رکھتا ہوں، لیکن ان دونوں پر خاص توجہ دوں گا۔

اس سال کسی کو بھی نماز، عبادت، گریہ و زاری اور دعا و مناجات میں ان دونوں میاں بیوی کا ہمسر نہ تھا۔ ہم کربلا، نجف اور کاظمین کے شہروں اور مقدس آستانوں کی زیارت سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں باغ ملائکہ اور مرجان ہوا کرتے تھے۔

ہم نے بیس اکیس دن تک مدینہ میں قیام کیا اس کے بعد مکہ کی طرف سفر کا ارادہ کیا، ایک صحرا میں جہاں پانی بمشکل دستیاب ہوتا تھا، شجرہ نامی مسجد میں پڑاؤ ڈالا۔ یہ وہ واحد مقام تھا جہاں اس شخص نے مجھ سے بات کی۔ میرے پاس آکر انتہائی نرم لہجے میں کہنے لگا: اگر اتنا پانی میسر آسکے کہ میں پہلے غسل کرلوں اس کے بعد احرام باندھوں تو بہت بہتر ہوگا۔

میں نے کہا: کوئی بات نہیں۔ ایک دو بالٹی پانی مہیا کیا اور نہانے میں اس کی مدد کی۔ اس کے بعد خود مسجد میں داخل ہوا۔ تمام مسافرین بشمول اس کی شریک حیات احرام باندھ کر باہر آئے اور ہم سب اس کا انتظار کرنے لگے۔ وہ حیرت زدہ لوگوں کی طرح خاموش مسجد کے اندر اشک بہا رہا تھا۔ ہر چند میں نہیں چاہتا تھا کہ مخل ہو جاؤں لیکن یہ دیکھ کر کہ بس کے جانے کا وقت ہو گیا ہے، آگے آیا اور آہستہ سے کہا:

جناب! کیاآپ احرام باندھ چکے ہیں؟

اس نے جواب دیا: نہیں۔

میں نے کہا: کیاآپ کو "تلبیہ" کے بارے میں معلوم ہے؟

کہا: تلبیہ کیا ہے؟

میں نے ایک مرتبہ اس کے لئے (لبیک اللھم لبیک...) کہا۔

اس نے نہایت آرام سے اشک بہاتے ہوئے دھیمی آواز میں پوچھا: حاجی احمد صاحب! لبیک کے معنی کیا ہیں؟

میں نے کہا: یعنی "اے خدا! میں حاضر ہوں" اور اس سے زیادہ میں بھی اس کے معنی نہیں جانتا۔

اس کی گریہ وزاری اور شدید ہو گئی اور اس نے پوچھا: کیا واقعی اس کے یہی معنی ہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں!

کہنے لگا: "خدایا! میں حاضر ہوں"۔ یہ کہہ کر زمین پر گرا اور چل بسا۔

ہم نے تمام زائرین کو گاڑیوں سے اتارا، اسے غسل دیا، کفن پہنایا اور مسجد کے بغل میں دفن کر دیا۔"

جی ہاں! عارفوں کے امام اور مؤمنوں کے امیر حضرت علیؑ (علیہ آلاف التحیة والثناء) اہل تقوا کی توصیف یوں فرماتے ہیں:

(لولا الاجل الذی کتب اللہ علیھم لم تستقر ارواحھم فی اجسادھم طرفة عین شوقاً الی الثواب وخوفاً من العقاب)[1]

اگر زندگی کا عرصہ نہ ہوتا، جسے خداوند نے ان کے لئے مقرر کیا ہے، تو پلک جھپکنے تک بھی ان کے بدن میں ان کی جانیں قید نہ رہتیں اور وہ اپنی جانیں دے چکے ہوتے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۸۴

یہ عرفانی صورتحال شرح صدر (سینے کے کھُل جانے) اور دل کے منور ہونے کی ابتدائی صورت ہے۔ پیغمبرؐ سے پوچھا گیا کہ شرح صدر کا مطلب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

نور یقذفہ اللّٰہ فی قلب المومن فیشرح لہ صدرہ وینفسح

ترجمہ: شرح صدر وہ نور ہے جو خداوند اپنے مومن کے دل میں ڈالتا ہے اور اس طرح اس کا سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا:

کیا شرح صدر اور دل کے منور ہونے کی کوئی نشانی ہے؟ فرمایا: جی ہاں! اس کی نشانی:

الانابۃ الی دار الخلود، والتجافی عن دار الغرور والاستعداد للموت قبل نزولہ[۱]

ترجمہ: ہمیشہ رہنے والی دنیا کی طرف توجہ کرنا، فریب دینے والی دنیا سے منہ موڑنا اور موت کے لئے اس کی آمد سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرنا۔

یہ وہی نورانیت ہے جو دیدہ دل کو روشنیوں کے مختلف حجابات سے گزرنے کے لئے آمادہ کرتی ہے اور اسے صاحب خانہ کے جمال کے دیدار کے ساتھ اور بھی منور کر دیتی ہے جس کا شمار سرزمین وحی کی بہترین برکات میں ہوتا ہے۔ یہاں ہم حضرت محمدؐ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جو عرفہ کے مقام پر (جو دعائیں مانگنے کی سب سے بہترین جگہ ہے) آنحضرتؐ اور دوسرے پیغمبروں کی دعاؤں پر مشتمل کچھ یوں ہے:

اللھم اجعل فی سمعی نوراً وفی بصری نوراً، وفی قلبی نوراً، اللھم اشرح لی صدری، ویسر لی امری، واعوذ بک من وسواس الصدور وتشتت الامور[۲]

ترجمہ: خدایا! میری سماعت میں نور، میری بصارت میں نور اور میرے دل میں نور قرار دے۔ خدایا! اے خدا مجھے شرح صدر عنایت کر (یعنی میرا سینہ کھول دے)، میں

۱۔ میزان الحکمہ، ج ۱۰، ح ۴۹۹۴، "انشرح القلب"

۲۔ میزان الحکمہ، ج ۱۰، نور البصیرہ، ج ۵، ح ۲۰۸۲

سینے کے وسوسوں اور کاموں کی پراگندگی سے تیری پناہ میں آیا چاہتا ہوں)۔

لبیک، اے میرے بندے!

کتاب "عیون المحاسن" سے نقل کرتے ہوئے علامہ مجلسی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: انس بن مالک مکہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ آپ امامؑ کے ساتھ حضرت خدیجہ علیہ السلام کے مزار پر آئے۔ امامؑ نے اشک بہانا شروع کر دیا اور انس سے فرمایا: تم یہاں سے چلے جاؤ۔

انس کہتے ہیں: میں امامؑ کی نظروں سے دور گیا۔ امامؑ نے اپنی طولانی نماز میں خداوند تعالی کو ان اشعار کے ذریعے مخاطب فرمایا:

"اے پروردگار! اے پروردگار! مولا تو ہے۔
پس اپنے ناچیز بندے پر رحم کر کہ اس کی پناہ گاہ تو ہے۔
اے اعلی خصلتوں کے مالک! میری تکیہ گاہ تو ہے۔
مبارک ہو اس شخص کو جس کا مولا تو ہے۔
مبارک ہو اس شخص کو جو ایک چوکس خدمتگار ہے۔
اور اپنی پریشانی کو اس باشکوہ (ہستی) سے کہتا ہے۔
وہ نہ کوئی درد رکھتا ہے اور نہ بیماری۔
وہ اپنے مولا کو بہت دوست رکھتا ہے۔
جب کبھی اپنے رنج و غم کی شکایت کرتا ہے۔
خداوند اس کا جواب دیتا ہے اور اس کی دعوت پر لبیک کہتا ہے۔
جب وہ تاریکیوں میں دعا اور (گریہ و) زاری کرتا ہے۔
خداوند اسے محترم بناتا اور اپنے نزدیک قرار دیتا ہے۔"
جب امامؑ کی مناجات یہاں تک پہنچی، آسمان سے ندا آئی:

"لبیک اے میرے بندے! تو میری پناہ میں ہے۔
جو تو نے کہا، ہم سمجھ گئے۔
میرے فرشتے تیری آواز سننے کے مشتاق ہیں۔
اب بس کر کہ ہم نے (تیری آواز کو) سنا۔
تیری دعا حجابات کے درمیان گونج رہی ہے۔
ایک اور پردہ کافی ہے، ہم نے اسے بھی ایک طرف سرکا دیا ہے۔
اگر اس کے ایک کونے سے ہوا آئے۔
تو جو بھی اسے چھپانے کی کوشش کرے گا، (ہوا) اسے بیہوش کرکے زمین پر پھینک دے گی۔
مجھ سے کسی خوف وخطر کے بغیر مانگ۔
اور بے حساب (و بے شمار) کہ یہ میں ہوں، اللہ![1]

۱۔ یارب یارب انت مولاہ   فارحم عبیداً الیک ملجاہ
یا ذا المعالی علیک معتمدی   طوبی لمن کنت انت مولاہ
طوبی لمن کان خادماً ارقاً   یشکو الی ذی الجلال بلواہ
و ما بہ علۃ و لا سقم   اکثر من حبہ لمولاہ
اذا اشتکی بثہ و غصتہ   اجابہ اللہ ثم لباہ
اذا ابتلا بالظلام مبتہلاً   اکرمہ اللہ ثم ادناہ
فنودی:
لبیک عبدی و انت فی کنفی   و کلما قلت قد علمناہ
صوتک تشتاقہ ملائکتی   فحسبک الصوت قد سمعناہ
دعاک عندی یجول فی حجب   فحسبک الستر قد سفرناہ
لو ہبت الریح من جوانبہ   خر صریعاً لما تغشاہ
سلنی بلا رغبۃ و لا رہب   و لا حساب، انی انا اللہ
میزان الحکمۃ (فارسی ترجمے کے ساتھ)، ج ۱۳، ص ۶۲۵۲، ح ۲۰۰۴۸

خدا کا جوان عاشق:

حماد بن حبیب عطار کوفی بیان کرتے ہیں: ہم نے حج کی طرف سفر کے ارادے سے زبالہ[1] سے کوچ کیا۔ راستے میں ایک خطرناک آندھی آئی اور کاروان کے لوگ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے اور میں صحراؤں اور بیابانوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔ چلتے چلتے میں ایک خشک اور بے آب و گیاہ وادی میں پہنچ گیا، وہاں ایک پرانے درخت کے نیچے تھکاوٹ دور کرنے کی غرض سے آرام کرنے لگا، آہستہ آہستہ ہر طرف اندھیرا چھانے لگا، اچانک میں نے ایک جوان کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس کے بدن پر سفید لباس تھا اور مشک کی خوشبو اس کے بدن سے نکل کر فضاؤں میں بکھر رہی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: یہ جوان یقیناً اولیاء اللہ میں سے ہے۔ ممکن ہے مجھے یہاں دیکھ کر بھاگ نکلے اور جس کام کے لئے یہاں آیا ہے، میری وجہ سے وہ کام کرنے سے قاصر ہی رہ جائے۔ یہ سوچ کر میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ خود کو اس کی نظروں سے چھپائے رکھوں۔ وہ نزدیک آیا، نماز کی تیاری کی، قیام کیا اور کہنے لگا:

(یا من احار[2] کل شیءٍ ملکوتاً، و قھر کل شیءٍ جبروتاً اولج قلبی فرح الاقبال علیک، والحقنی بمیدان المطیعین لک)۔

ترجمہ: اے وہ جس کے ملکوت نے تمام چیزوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے، اور جس کے جبروت نے تمام چیزوں پر قہر نازل کر رکھا ہے! میرے دل پر اپنی خوشنودی اتار اور مجھے اپنے فرمانبرداروں کے میدان میں داخل کر۔ اس کے بعد اس نے نماز پڑھنے کے لئے قیام کیا۔ جب مکمل طور پر مطمئن ہوا تو جہاں وہ نماز ادا کر رہا تھا، میں بھی اسی طرف چلا۔

۱۔ مکہ مکرمہ کے راستے میں پڑنے والا ایک مقام (مجمع البحرین)

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب میں "احار" کی جگہ "حاز" کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں پہلے جملے کا مطلب یوں ہوگا: "اے وہ کہ ملکوت تمام چیزوں کا مالک ہے۔"

اچانک میں نے سفید اور صاف پانی کا ایک چشمہ دیکھا۔ میں بھی نماز کے لئے آمادہ ہوا اور اس جوان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اچانک میری نظر ایک محراب پر پڑی جو گویا ابھی ابھی وہاں ظاہر ہوا تھا! جوان نماز پڑھنے میں مصروف تھا۔ جب بھی کوئی ایسی آیت آتی جس میں نیک جزا یا عذاب دینے کی بات ہوتی، تو وہ اس آیت کی قرات انتہائی پر سوز انداز سے کرتا۔

وہ اسی طرح راز و نیاز میں مشغول تھا، یہاں تک کہ رات کی تاریکی زوال پذیر ہونے لگی۔

پھر وہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

یا من قصده الضالون، فاصابوه مرشداً، و امه الخائفون فوجدوه معقلا، ولجا الیه العائذون فوجدوه موئلاً، مع راحة من نصب لغیرك بدنه، و متی فرح من قصد سوالك بنیته، الهی قد انقشع الظلام، ولم اقض من حیاض مناجاتك صدراً، صل علی محمد و آله، و افعل بی اولی الامرین بك یا ارحم الراحمین[1]

ترجمہ: اے وہ جن کی طرف گمراہوں نے سفر کئے اور اسے رہنما پایا اور خوف میں مبتلا لوگوں نے اس کی طرف رخ کیا تو اسے اپنا ملجاء پایا اور پناہ ڈھونڈنے والوں نے اس کی پناہ حاصل کی اور اسے پناہ دینے والا پایا۔

جس شخص نے تیرے بغیر اپنی جان کسی مصیبت میں ڈال رکھی ہے، اسے کب چین نصیب ہوگا؟! اور تیرے بغیر کسی کو چاہنے والا بھلا کیونکر خوشحال ہو سکتا ہے؟! اے خدا! رات کی تاریکی زوال پذیر ہونے لگی، لیکن جیسا میں چاہتا تھا، میرا دل تیری مناجات کے شراب سے لبریز نہ ہو سکا! درود بھیج محمدؐ اور اس کے خاندان پر اور میرے ساتھ - دو احکام[2] - میں سے وہ کر جو تیرے لئے زیادہ سزاوار ہو، اے تمام مہربانوں سے بڑھ کر

۱۔ چونکہ "فتح الابواب" میں مطلب نامکمل طور پر بیان ہوا ہے، اس لئے یہ حصہ شہر آشوب سے یہاں نقل کیا گیا ہے۔
۲۔ یہاں "قبول کرنے اور نہ کرنے" یعنی "دعا کو قبول کرنے یا رد کرنے" کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

مہربان! یہ مناجات اس بات کی علامت تھی کہ خدا کے ساتھ نوجوان کا راز و نیاز اختتام تک پہنچنے والا تھا۔ یہ سوچ کر کہ شاید پھر میں اس جوان کو نہ دیکھ پاؤں، میں آگے بڑھا اور اس سے بلغگیر ہو کر کہنے لگا:

میں تجھے اس ہستی کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تیری تھکاوٹ دور کردی اور تجھے شوق اور محبت کی شدید لذت سے آشنا کیا، مجھے اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے اور اپنی مہربانی کا سایہ مجھ پر ڈال کیونکہ میں ایک بھٹکا ہوا انسان ہوں۔ تو نے جو کیا، میں نے دیکھا اور تو نے جو کہا، میں نے سنا۔

اس نے میرے جواب میں کہا:

لوصدق توکلك ماكنت ضالاً، ولكن اتبعنى واقف اثرى

ترجمہ: اگر تم سچائی پر توکل کرتے، تو ہرگز گمراہ نہ ہوتے۔ اب میری پیروی کرو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

اس نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے زمین میرے پیروں تلے حرکت کر رہی ہے۔ جب صبح کی روشنی پھوٹنے لگی تو اس نے مجھ سے کہا:

ابشر، فهذه مكة

ترجمہ: مبارک ہو! یہ مکہ ہے!

میں لوگوں کی صدائیں سننے لگا اور راستہ میری آنکھوں کے آگے روشن ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا: میں تجھے اس ہستی کا واسطہ دیتا ہوں، جس سے تم نے قیامت اور تہی دستی کے دن آس لگائے رکھا ہے، مجھے بتا کہ تم کون ہے؟

اس نے کہا:

اما اذا اقسمت علی فانا علی بن الحسين بن علی بن ابی طالب عليه السلام

ترجمہ: اب جب تم نے مجھے قسم دے دی ہے، (تو سنو کہ) میں علی ابن حسین ابن

علی ابن ابوطالب علیہ السلام ہوں۔[۱]

بغیر کچھ مانگے ملنے والی عنایات:

خانہ خدا کے بعض زائرین کو کچھ مانگے بغیر ہی بہترین عنایات نصیب ہوتی ہیں، اور خدا انہیں، سوال کرنے والوں سے زیادہ بہتر چیزیں عطا کرتا ہے۔ یہ ایسے زائرین ہوتے ہیں جو اپنے نورانی سفر کے دوران صرف صاحب خانہ کی عنایات کے بارے میں فکر مند رہنے کی بجائے آپ صاحب خانہ کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں!

وہی لوگ جنہیں صاحب خانہ کی یادوں کی مٹھاس اور اس کے حضور حاضری کے تصور نے تمام دوسری چیزیں بھلا رکھی ہیں اور جو زبان "حال" و "قال" سے یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ:

ما از تو نداریم بغیر تو تمنا حلوہ بہ کسی دہ کہ محبت نچشیدہ[۲]

ترجمہ: ہم تجھ سے تیرے علاوہ کسی اور چیز کی تمنا نہیں رکھتے۔ حلوہ ایسے کسی شخص کو دے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو۔

حدیث قدسی میں بزرگ انسانوں کا ذکر کچھ یوں ہوا ہے:

من شغلہ ذکری عن مسالتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین

ترجمہ: میں اس شخص کو جسے میری یاد کچھ یوں مشغول کر دے کہ وہ مجھ سے کچھ مانگنا ہی بھول جائے، مانگنے والے لوگوں سے بہتر چیزیں عطا کروں گا۔[۳]

۱۔ فتح الابواب، ص ۲۴۶، مصنف کی توضیحات کے ہمراہ، یہی داستان کم و بیش تبدیلیوں کے ساتھ دیکھئے: مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۱۵۴۔

۲۔ جز شربت لطف تو نداریم تمنا حلوہ بہ کسی دہ کہ محبت نچشیدہ

(شہید شیخ فضل اللہ نوری رحمتہ اللہ علیہ)

۳۔ میزان الحکمہ، ج ۴، باب ۱۲۰۱: وہ جس کی حاجت بن مانگے پوری ہوتی ہے۔

لہذا خداوند تعالی کی بہترین عنایات سے فیضیاب ہونے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خانہ خداکا زائر، خداکے علاوہ تمام چیزوں کے بارے میں سوچنا بند کرے۔ تمام وجود سے صاحب خانہ کی طرف دھیان دینے لگے۔ پھر دیکھے کہ خداکیسے دوسرے مانگنے والوں سے بہتر طور پر اس کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ اس بارے میں حضرت فاطمہؑ سے ایک نہایت خوبصورت اور دلپذیر بات منقول ہے کہ بی بی فرماتی ہیں:

من اصعد الی اللہ خالص عبادته، اهبط اللہ عزوجل له افضل مصلحته

ترجمہ: جو اپنی خالص عبادت خدا — عزوجل — کی طرف لے کر جاتا ہے، (خداوند) اس کے حق میں بہترین چیز کو اس کی طرف بھیج دیتا ہے۔[1]

بعض اوقات انسان خیال کرنے لگتا ہے کہ کوئی کام اس کے لئے صحیح ہے، جبکہ خداوند تعالی بہتر جانتا ہے کہ اس کے حق میں اور کوئی کام زیادہ بہتر ہے۔ اس بارے میں حاجی رضا سلطانی صاحب سے ایک انتہائی دلچسپ اور سبق آموز داستان منقول ہے:

مِنی میں لگنے والی آگ سے نجات:

وہ کہتے ہیں: ۱۳۵۴ شمسی کو ہمیں دوسرے زائرین کے ہمراہ چھار محال بختیاری کے صوبے سے حج بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرنا تھا۔ اس زمانے میں حجاج کی روزمرہ ضروریات جیسے مکان، آمد و رفت، عرفات اور منی میں خیموں اور چادروں کا انتظام قافلہ سالار کیا کرتے تھے۔ میں اس کام کے لئے سعودی عرب گیا اور مکہ اور مدینہ میں مقررہ مکانات کرائے پر لے لئے۔ اس کے بعد عرفات اور منی کے مقامات پر خیموں کی تنصیب کے لئے جناب محمد علی امان (جو اب مطوفین کے ادارے کے سربراہ ہیں) سے رجوع کیا۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ وہ ہمارے خیموں کی تنصیب کے لئے ایک نسبتاً بڑی زمین

۱۔ میزان الحکمہ، ج ۴، ح ۱۶۷۴۴ اور ح ۵۶۸۸

نظر میں رکھیں کیونکہ منا میں اس کی دو بڑی زمینیں تھیں، جن میں سے بڑی زمین قم سے جانے والے کاروانوں اور چند دیگر کاروان والے دوستوں کے لئے فراہم کی گئی تھی۔ امان نے مثبت جواب دیا اور میں خداحافظی کرکے وہاں سے نکل آیا۔ لیکن جب مکہ پہنچ کر خیمے لینے کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ ہمارے لئے چھوٹی زمین مختص کردی گئی ہے۔ میں ناراض ہوا اور انہیں اپنی شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے کہا: کوئی بات نہیں، میں تمہارے خیموں کی تعداد میں چند چادروں کا بھی اضافہ کردیتا ہوں تاکہ تمہاری مشکل دور ہوجائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور میں نے بھی مجبوراً قبول کرلیا۔

عید الاضحیٰ کے دن جب میں جمرات پر کنکری مارنے سے فارغ ہوکر قربانی کے لئے حجاج کی طرف سے وکالت لینے اور ان کے دوپہر کا کھانا بنانے میں مشغول تھا، اچانک مجھے احساس ہوا کہ منی میں آگ لگ گئی ہے۔ جلد ہی ہمیں معلوم ہوگیا کہ آگ ہمارے خیموں سے دور ہے لیکن گاڑیوں کے پیٹرول اور گیس سلنڈروں کے پھٹنے اور چلتی ہوا کے سبب آگ تیزی سے پھیل رہی تھی جس نے ایک گھنٹے سے بھی کم عرصے میں منی کے ایک بڑے حصے کو گھیر لیا۔ اس حالت میں میں نے حاجیوں کو جلدی سے پہاڑوں کی طرف دوڑنے کی ہدایت دی۔ جانی اور مالی نقصانات برداشت کرنے والے دوسرے ممالک کے حجاج بھی پہاڑوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔ آگ تھی کہ قابو میں نہ آتی تھی۔ فائر بریگیڈ اور دو ہیلی کاپٹر آگ بجھانے میں ناکام ہوچکے تھے۔ ابھی میں حجاج سے خالی خیموں کی طرف آگ بڑھتے دیکھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا کہ کسی قافلہ سالار کی صدا نے مجھے اپنی طرف بڑھتی ہوئی آگ سے خبردار کیا اور میں بھی پہاڑ کی جانب چل پڑا۔ پہاڑ کے دامن میں مجھے جو بھی زائر نظر آتا میں اسے کسی اونچی جگہ بیٹھے کا مشورہ دیتا۔

کئی گھنٹوں کے بعد اس علاقے میں موجود تمام چیزیں جل کر راکھ ہوگئیں اور آگ بجھنے کے بعد ہم اپنے اپنے خیموں کی طرف گئے۔ لیکن ہماری آنکھیں حیرت سے کھلی کی

کھلی رہ گئیں جب ہم نے دیکھا کہ ہمارے خیموں اور چادروں کو بالکل کوئی نقصان نہیں پہنچا اور وہ ویسے ہی پہلے کی طرح اپنی اپنی جگہوں پر صحیح و سالم حالت میں ہیں! وہ بھی اس عالم میں کہ آگ سے محفوظ رہ جانے والی اکثر چادریں بھاگتے ہوئے لوگوں کے پیروں اور چلتی گاڑیوں کی ٹائروں تلے خراب اور ناکارہ ہو چکی تھیں۔

میں اپنے زائرین کی تلاش میں ایک مرتبہ پھر پہاڑ کی طرف چلا اور اپنی پیاس بھُلا کر ان کی جستجو میں سرگرم رہا۔ ابھی میں پہاڑ کے انتہائی مشکل سے پار ہونے والے (صعب العبور) حصوں سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے میری کلائیاں مضبوطی سے تھامی اور ایک چینی پیالہ میرے لبوں سے لگا دیا۔ پانی پینے کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دوبارہ چل پڑا۔ کچھ لمحوں بعد جب مجھے اپنی تشنگی کا احساس ہوا تو اس پانی پلانے والے شخص کا خیال دل میں جاگ اٹھا لیکن افسوس کہ میں اس شخص سے ملا ضرور لیکن اس وقت جلدی میں ہونے کی وجہ سے اس کے خد و خال کو غور سے نہ دیکھ سکا!

اہم نکتہ یہ ہے کہ منی میں جس خاص نقطہ زمین کو میں نے خیموں کی تنصیب کے لئے چُن رکھا تھا اور جو میرے حصے میں نہ آسکا، آگ لگنے کے دوران وہ حصہ پوری طرح جل چکا تھا!

یہاں میں چند نکات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں:

۱: وہ جگہ جہاں ہماری چادریں بچھی ہوئی تھیں، جب آگ لگی تو چند اصفہانیوں کی چادروں اور ہماری چادروں کے علاوہ بدقسمتی سے باقی تمام زائرین کی چادریں جل کر راکھ ہو گئیں۔

۲۔ وہ وسائل اور کھانے پینے کا سامان جو میں کافی مقدار میں اپنے ساتھ لے کر آیا، اس عالم میں دوسرے بہت سے حجاج کی ضروریات پوری کرنے کے کام آئی۔ اس طرح مجھے یہ توفیق حاصل ہوئی کہ میں زائرین کی ایک بڑی تعداد جمع کروں اور ان کی خاطر

مدارت کرسکوں۔

آخر میں مجھے یاد آیا کہ منی کے مقام پر ایک خاص نقطہ زمین پر خیموں کی تنصیب کے بارے میں میرے اصرار پر (وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) [۱] والی آیت صادق آتی ہے۔

منی میں لگنے والی آگ کے بارے میں ایک اور واقعہ بھی بیان ہوا ہے جو سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ راوی اپنے ایک ہمسفر کے دوست سے جو خود آگ لگنے کے وقت وہاں موجود تھا، نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

میرا روم میٹ ایک بوڑھا شخص تھا جو مشکل سے چل پھر سکتا تھا۔ جس زمانے میں منی میں آگ لگی اور آگ ہمارے خیموں تک پہنچنے والی تھی، ہم سب وہاں سے بھاگ نکلے۔ ہمیں کچھ ہوش نہیں تھا، یہاں تک کہ ہم پہاڑ کے درمیانی حصے تک جا پہنچے، اچانک ہمیں یاد آیا کہ وہ بوڑھا شخص خیموں کے اندر رہ گیا ہے اور آگ نے تمام خطے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ بھی آگ میں جل چکا ہوگا، لیکن جب ہم پہاڑ پر چڑھ کر اس کے سرے پر پہنچ گئے، ہم نے دیکھا کہ وہی بوڑھا بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ایک طرف پانی سے بھرا کٹورا رکھا ہوا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: یہاں کیسے پہنچے؟ اس نے کہا: جب تم لوگ مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے، ایک صاحب آئے، انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور اس چادر کے پاس لا کر کہا:

"اپنے دوستوں کے آنے تک یہیں بیٹھے رہو، یہ پانی کا کٹورا ہے، جب پیاس لگے پی لینا۔

۱۔ بقرہ: آیت نمبر ۲۱۶

ترجمہ: اور ممکن ہے جسے تم برا سمجھتے ہو، وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور جسے تم دوست رکھتے ہو، وہ برا ہو خدا سب کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

دوسرا باب

بہترین زادِ سفر

شناخت اور معرفت الٰہی وہ اہم زادِ سفر ہے جو سرزمین وحی کی برکات سے فیضیاب ہونے کے لئے خانہ خدا کے ہر زائر کے لئے دیگر ہر قسم کے سامان سفر سے زیادہ ضروری ہے۔ اس بارے میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ضروری نکتہ یہ ہے کہ حجاج کو پتہ ہو کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کس ہستی کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں؟ کس کے مہمان ہیں؟ اور اس دعوت کے کیا آداب اور طور طریقے ہیں؟ اور انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہر قسم کی خود خواہی اور خود نگری خدا خواہی سے متصادم اور اس کے مخالف ہے اور ہجرت الی اللہ ناموافق اور اس کی تنقیص اور حج کی معنویت کی تنسیخ کا سبب ہے۔"[1]

خانہ خدا کی زیارت کی اہمیت:

سرزمین وحی کے زائر کو سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ وہ کہاں جارہا ہے؟ خداوند تعالیٰ نے اسے کتنی بڑی توفیق سے نوازا ہے اور خانہ خدا کی زیارت کتنی عظیم اہمیت کی حامل ہے؟

یہ روحانی اور نورانی سفر اتنا اہم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ودمن فی القبور لو ان لہ حجۃً واحدۃً بالدنیا وما فیہا[2]

۱۔ خانہ خدا کے زائرین کو امام حمینی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام، ۲۵ / ۵ / ۱۳۶۴

۲۔ تہذیب الاحکام، ج ۵، ص ۲۳؛ من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۴۵، ح ۶۳۸؛ وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۱۱۰، ح ۱۴۳۷۸ اور ص ۱۱۷، ح ۱۴۳۹۶

ترجمہ: وہ لوگ جو قبر کے اندر سو رہے ہیں، یہ آرزو کرتے ہیں کہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں دیکر صرف ایک بار حج کی زیارت کا شرف حاصل کرلیں!

اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ حج کی اہمیت انسانی تصور میں نہیں سما سکتی اور ایک معرفت رکھنے والا ظاہر ہی جانتا ہے کہ اس عبادت کی اہمیت کا مقابلہ مادی معیارات سے نہیں کیا جاسکتا۔

ایک معرفت رکھنے والا زائر ہی اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ خانہ خدا کی زیارت کا مطلب آپ صاحب خانہ کی زیارت ہے۔ اس سفر کے دوران وہ دراصل خدا کی زیارت کرنے جارہا ہے، اس خدائے واحد کی دعوت پر لبیک کہہ رہا ہے اور اسی کا مہمان بننے جارہا ہے۔ معرفت رکھنے والا زائر ہی یہ بات جانتا ہے کہ اس سفر کے دوران خداوند تعالی کی دعوت کا مقصد صرف زائر کی جسمانی خاطر تواضع کرنا نہیں کہ اس کا جسم تو ہمیشہ خدا کا مہمان ہے۔ اس لئے ایسا زائر مادی آسائش اور رفاہ و بہبود پر کچھ کم ہی توجہ دیتا ہے اور اپنی پوری توانائی اس کوشش میں صرف کرتا ہے کہ اس سفر کے معنوی لذائذ اور صاحب خانہ سے اپنی انس سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہو۔

معرفت رکھنے والا زائر ہی یہ بات جانتا ہے کہ خداوند تعالی کی معنوی بارگاہ میں داخل ہونے اور اس کی برکات سے فیضیاب ہونے کے آداب میں سب سے پہلی شرط دل کا پاک ہونا ہے، اور اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ پہلے معنوی ناپاکیوں اور آلودگیوں یعنی خودنگری اور خودخواہی کی بیخ کنی کی جائے۔

لیکن ایسا شخص جسے اس سفر کی اہمیت اور خداوند تعالی کے مہمان بننے کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو، کبھی خداوند تعالی کے حرم سرا میں پاک دل زائرین کے لئے مختص نعمتوں اور اور سرزمین وحی کی برکتوں سے فیضیاب نہیں ہوسکتا۔ وہ زائر جو سرزمین وحی پر قدم رکھنے کے

باوجود اپنے مفاد، بہتر اور زیادہ خوراک اور زیادہ سے زیادہ سوغات کے چکر میں رہتا ہے، ابھی تک خدا کی دعوت کے مفہوم سے آشنا نہیں ہوا!

ایسا زائر حج، عمرہ اور صاحبحانہ سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہونے کی کوشش کرنے کی بجائے ناشتے، دوپہر کے کھانے اور رات کے کھانے کی فکر میں لگا رہتا ہے اور اگر اسے اپنی خاطر تواضع میں بھولے سے بھی کوئی نقص نظر آئے تو اس کی نظر اس کا میزبان قتل کا حق دار ہے!

وہ بجائے اس کے کہ خانہ خدا کی معنوی برکات سے محروم واپس لوٹ جانے کے بارے میں فکر مند ہو، اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ اپنے بیگ کو آخری حد تک سوغات سے بھر دے۔

وہ مکہ، مدینہ اور کبھی کبھار جدہ کے بازاروں میں چہل قدمی کرتے ہوئے اس کوشش میں رہتا ہے کہ ہر چیز کو کم سے کم قیمت پر خرید سکے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بے انصاف دکاندار اسے دھوکہ دے جائے۔ جب وہ یہ سنتا ہے کہ اس کے کسی دوست نے کوئی چیز سستے داموں خریدی ہے تو نہایت متاثر ہو جاتا ہے۔ لیکن افسوس! کہ اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ شیطان کتنی بری طرح اسے دھوکا دے رہا ہے اور اس کے انمول لمحے انتہائی سستے داموں اس سے خرید رہا ہے!

آخر میں یہی ہوتا ہے کہ وہ زائر جو خدا کی دعوت کے مفہوم سے آشنا نہیں ہوتا، اسے مکہ اور مدینہ میں صرف چند تاریخی مقامات نظر آتے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی مناسک حج کے اہداف اور فلسفے کو نہیں سمجھ پاتا اور سرزمین وحی کی روشنیوں اور معنوی دلکشی سے بالکل فیضیاب نہیں ہوتا۔

لوٹ جا کہ تو نے حج ادا نہیں کیا!

امام سجادؑ سے ایک داستان منسوب ہے کہ حج سے واپسی پر آپؑ کی ملاقات شبلی[۱] نامی ایک شخص سے ہوئی جو خود بھی حج ادا کر کے لوٹ رہا تھا۔ امامؑ نے اس سے فرمایا: شبلی! کیا تم نے حج ادا کیا؟ شبلی نے جواب دیا: جی ہاں! اے فرزند رسولؐ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے میقات پر اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر غسل کیا؟

شبلی نے جواب دیا: جی ہاں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر میقات پر پہنچ کر تم نے نیت کی کہ تمام ریا، نفاق اور شک و شبہات میں مبتلا ہونے سے خود کو عریان کر رہے ہو؟

شبلی نے کہا: جی نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: کیا تم نے غسل کرتے وقت یہ نیت کی کہ تم اپنے تمام گناہوں اور خطاؤں کو دھونے کی غرض سے غسل کر رہے ہو؟

شبلی: جی نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: پس جان لو کہ نہ تم میقات میں داخل ہوئے ہو، نہ ہی سلے ہوئے کپڑے اپنے بدن سے الگ کئے ہیں اور نہ ہی غسل کیا ہے!

۱۔ مستدرک الوسائل میں یہی داستان محدث جزائری کے نواسوں یعنی عبداللہ ابن نورالدین بن نعمت اللہ جزائزی سے منقول ہے کہ: میں نے یہ داستان انتہائی موثق تحریروں میں دیکھی ہیں جن میں سے بعض معاصرین کی تحریر میں لکھی ہوئی تھیں۔ تاریخ میں شبلی کا لقب ابوبکر دلف بن جحد کے پیروکاروں کو دیا جاتا تھا جس نے ۳۳۴ شمسی یعنی امام سجاد علیہ السلام کی رحلت کے دو سال بعد وفات پائی۔ اس لئے یہ ایک معتبر حدیث نہیں۔ بہر حال اس کہانی میں انتہائی بلند مفاہیم اور اہم اور سبق آموز نکات بیان ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ دیکھے بغیر کہ یہ کہانی کس سے منسوب ہے، خانہ خدا کے زائرین کی توجہ اس طرف مبذول کرانی چاہیے۔

پھر فرمایا: کیا تم نے صاف ستھرا ہو کر اور احرام باندھ کر حج کا ارادہ کیا؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: جب تم اپنے بدن کی صفائی اور ستھرائی کر رہے تھے اور احرام باندھ رہے تھے اور حج کی نیت باندھ رہے تھے، تو کیا اس وقت تم نے یہ نیت کی کہ تم خالص توبے کے نورہ سے اپنے بدن کو پاک کر رہے ہو؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: جب تم احرام باندھ رہے تھے تو کیا تم نے یہ نیت بھی کی کہ تم خدا کی حرام ٹھہرائی ہوئی تمام چیزوں کو خود پر حرام قرار دے رہے ہو؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: حج کی نیت باندھتے وقت کیا تم نے یہ نیت بھی کی کہ خدا کے علاوہ دیگر تمام گرہیں کھول رہے ہو؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: پس جان لو کہ نہ تو تم نے اپنے بدن کو پاک کیا، نہ احرام باندھا اور نہ حج کی نیت کی!

پھر فرمایا: کیا تم میقات میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور "لبیک" کہی؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: جب تم میقات میں داخل ہوئے تو کیا یہ نیت کی کہ زیارت کے ارادے سے آئے ہو؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: جب تم نماز ادا کر رہے تھے تو کیا یہ نیت کی کہ بہترین اعمال اور بندگان خدا کے سب سے خوبصورت فریضے یعنی نماز کے ساتھ خدا کا قرب حاصل کرنے جا رہے ہو؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: "لبیک" کہتے وقت کیا تم نے یہ نیت کی کہ اس بات کے ساتھ تم نے خداوند تعالیٰ کے تمام احکامات کو قبول کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کے لئے لب سلنے کا ارادہ کر رہے ہو؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: پس نہ تو تم میقات میں داخل ہوئے، نہ نماز ادا کی اور نہ لبیک کہا!

اس کے بعد فرمایا: کیا تم حرم میں داخل ہوئے؟ کعبہ کو دیکھا اور نماز ادا کی؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: جب تم حرم میں داخل ہوئے تو کیا یہ نیت کی کہ اب سے تم تمام مسلمانوں کی غیبت خود پر حرام کر رہے ہو؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: جب تم مکہ پہنچے تو کیا تم نے یہ نیت کی کہ تم یہاں صرف خدا کی قربت حاصل کرنے کے ارادے سے آئے ہو؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: پس نہ تو تم حرم میں داخل ہوئے ہو، نہ کعبہ کو دیکھا ہے اور نہ نماز ادا کی ہے!

پھر فرمایا: کیا تم نے کعبہ کا طواف کیا؟ اس کو چھوا؟ اور صفا اور مروا کے درمیان سعی کی؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: صفا اور مروا میں سعی کرتے ہوئے کیا تم نے یہ نیت کی کہ تم خدا کی پناہ حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف جا رہے ہو؟ اور کیا تم مطمئن ہو کہ تمام چیزیں جاننے والے خدا کو تمہارا یہ عمل بے عیب و ریا نظر آیا؟

شبلی: جی نہیں!

پس جان لو کہ نہ تو تم نے طواف کیا، نہ اس کے ارکان کو چھوا اور نہ صفا اور مروا کے درمیان دوڑ لگائی!

اس کے بعد پوچھا: کیا تم نے حجر اسود پر ہاتھ رکھا؟ کیا تم مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہوئے؟ اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی؟

شبلی: جی ہاں!

یہاں تک پہنچ کر امامؑ نے فریاد بلند کی اور فرمایا: افسوس صد افسوس! جو شخص حجر اسود پر ہاتھ رکھتا ہے گویا اس نے خدا سے ہاتھ ملایا ہے۔ اس لئے اے بیچارے بندے! خیال رکھنا کہ کہیں اس عظیم جزا کو ضائع نہ کر بیٹھنا اور اس مصافحے (اور بیعت) کو گناہگاروں کی طرح مخالفتوں اور حرام کاموں کے ارتکاب سے ضائع نہ کر دینا۔

پھر فرمایا: جب تم مقام ابراہیم کے پاس کھڑے تھے تو کیا تمہاری نیت یہ تھی کہ اب سے تم خدا کی نافرمانی سے ہاتھ کھینچ کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعار بناؤ گے؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم وہاں نماز ادا کر رہے تھے تو کیا تمہاری کوشش یہ تھی کہ تمہاری نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نماز کی طرح ہو اور تم بھی اپنی نماز کے ساتھ شیطان کی ناک خاک میں رگڑ دو؟

شبلی: نہیں۔

امام علیہ السلام: پس جان لو کہ نہ تم نے حجر اسود کو چھوا، نہ مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہوئے اور نہ وہاں نماز ادا کی!

اس کے بعد فرمانے لگے: کیا تم چاہ زمزم پر گئے اور کیا اس کا پانی پیا؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: کیا وہاں تم نے اپنا یہ ارادہ پکا کر لیا کہ اب سے تم خدا کی نافرمانی چھوڑ کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہر ممکن کوشش کروگے؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: اس کا مطلب ہے کہ نہ تم چاہ زمزم پر گئے اور نہ اس کا پانی پیا؟

امامؑ: کیا تم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: کیا اس وقت تم نے یہ سوچا کہ تم امید اور خوف کے درمیان ہو؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ تم نے سعی کی، نہ چلے ہو اور نہ صفا اور مروہ کے مابین آمد و رفت کی ہے!

اس کے بعد فرمایا: کیا تم منی کی جانب گئے؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: کیا اس وقت تم نے یہ ارادہ کیا کہ اب سے تم لوگوں کو اپنے ہاتھ، زبان اور دل کے ظلم و ستم سے امان میں رکھوگے؟

شبلی: نہیں۔

امام: پس تم منا بھی نہیں گئے!

پھر فرمایا: کیا تم عرفات کے مقام پر رکے؟ اور جبل الرحمہ کے اوپر گئے؟ اور نمرہ کی وادی کو پہچانا؟ اور جمرہ کے قریب خدائے سبحان کو صدا دی؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: کیا عرفات کے مقام پر رکنے کے دوران تمہیں علم اور معرفت کے ساتھ خداوند تعالی کی معرفت حاصل ہوئی؟ اور کیا تمہیں علم ہوا کہ خدا تمہارا اعمال نامہ دریافت کرتا

ہے اور تمہارے دل و دماغ کی باتوں کو جانتا ہے؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: جب تم جبل الرحمہ کے اوپر گئے تو کیا یہ سمجھ گئے کہ خداوند تعالی ہر مومن مرد اور عورت پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور ہر مومن مرد اور عورت کی سرپرستی کرتا ہے؟

شبلی: جی نہیں!

امامؑ: کیا نَمِرہ[۱] کے مقام پر پہنچ کر تم نے یہ ارادہ کیا کہ جب تک تم نیکی سے متعلق خدا کے حکم کی تعمیل کرتے رہو گے، اس بارے میں دوسروں پر حکم نہیں چلاؤ گے اور دوسروں کو برے کاموں سے رکنے کے حکم کے بجائے خود کو اس عمل سے روکنے کی کوشش کرو گے؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم عَلَم اور نَمِرات کے مقامات پر پہنچے تو کیا انہیں اپنی عبادات پر گواہ ٹھہرایا اور یہ بھی کہ خدا کے حکم سے سات آسمان اور ان آسمانوں میں رہنے والے نگہبان فرشتے تمہاری نگہبانی کریں؟

شبلی: نہیں!

امامؑ: اس کا مطلب ہے کہ نہ تم عرفات کے مقام پر ٹھہرے ہو، نہ جبل الرحمہ پر چڑھے ہو اور نہ نمرہ کو پہچانا ہے، نہ دعا مانگی ہے اور نہ ہی نمرات کے کنارے پر کھڑے ہوئے ہو!

۱۔ نَمِرہ: ''نون'' اور ''ر'' پر فتح اور میم پر کسر کے ساتھ ۔ایک پہاڑ ہے اور جب کوئی مازمین کے مقام سے موقف کے مقام کی طرف جاتا ہے تو حرم مطہر کا منظر اس پہاڑ کے دائیں طرف سے دکھائی دینے لگتا ہے اور یہ مقام عرفہ کے علاقے میں واقع ہے۔

پھر پوچھا: کیا تم دو علامات[1] کے درمیان سے گزرے اور اس سے پہلے کہ وہاں سے گزرو کیا تم نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی؟ کیا تم مزدلفہ[2] کے مقام پر گئے؟ کیا وہاں سے سنگریزے جمع کئے اور مشعر الحرام سے گزرے؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: جب تم نماز ادا کر رہے تھے تو کیا نماز ادا کرتے وقت یہ نیت کی کہ یہ نماز دسویں رات کے شکرانے کی نماز ہے اور (یہ نماز) مشکلوں کو آسان کرنے والی اور آسانیاں لانے والی ہے؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم دو علامات سے گزرے اور دائیں بائیں جانب مڑے، تو کیا اس وقت تمہارا ارادہ یہ تھا کہ میں کبھی دین کے مستقیم راستے سے دائیں بائیں نہیں ہٹوں گا؟ نہ اپنے دل سے، نہ زبان سے اور نہ دیگر اعضاء سے؟

شبلی: نہیں۔

جب تم مزدلفہ کے مقام پر گئے اور وہاں سے سنگریزے جمع کئے تو کیا یہ نیت بھی کی کہ خود سے ہر قسم کی معصیت اور جہالت کو دور کر دوگے؟ اور ہر صالح علم اور عمل کو اپنا شعار بناؤ گے؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم مشعر الحرام سے گزر رہے تھے، تو کیا یہ ارادہ کیا کہ اپنے دل کو اہل تقویٰ کے علم اور خدا کے خوف سے آراستہ کرو گے؟

۱۔ عرفات کے آخری حصے پر دو علامات ہوا کرتی تھیں، اسی طرح حرم کے آخری حصے پر بھی دو علامات ہوا کرتی تھیں اور ان دونوں کے درمیانی علاقے کو عرفہ کا نام دیا جاتا تھا۔

۲۔ مشعر الحرام کا ایک اور نام۔

شبلی: نہیں۔

امامؑ: اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تم دو پہاڑوں کے درمیان سے گزرے ہو، نہ دو رکعت نماز ادا کی ہے، نہ مزدلفہ گئے ہو، نہ وہاں سے سنگریزے جمع کئے ہیں اور نہ مشعر الحرام سے تمہارا گزر ہوا ہے!

اسی طرح امامؑ نے پوچھا: کیا تم نے منیٰ پہنچ کر شیطان کو سنگریزے مارے؟ کیا تم نے وہاں اپنا سر منڈوایا؟ کیا تم نے اپنی قربانی کا سر کاٹا (یعنی کوئی جانور قربان کیا)؟ کیا تم نے مسجد خیف میں نماز ادا کی؟ اور کیا مکہ پہنچ کر "طواف کوچ" انجام دیا؟

شبلی: جی ہاں!

امامؑ: جب تم منیٰ پہنچے اور جمرات کو کنکر مارے، کیا تمہیں یہ احساس ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہاری تمام آرزوئیں پوری کر دی ہیں؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم جمرات کو پتھر مار رہے تھے تو کیا یہ نیت کی تھی کہ تم اپنے دشمن ابلیس کو سنگسار کر رہے ہو؟ اور اپنے تمام قیمتی حج کے ساتھ اسے غصہ دلا رہے ہو؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم اپنا سر منڈوا رہے تھے تو کیا یہ محسوس کر رہے تھے کہ اس طرح تم تمام آلودگیوں اور لوگوں کی اطاعت سے پاک ہو گئے ہو اور اس وقت کی طرح جب تم اپنی والدہ سے متولد ہوئے تھے، تمہارے تمام گناہ دھو دیئے گئے ہیں؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم مسجد خیف میں نماز ادا کر رہے تھے، تو کیا یہ نیت کی کہ تم خدا اور اپنے گناہوں کے علاوہ کسی اور سے ہرگز نہیں ڈروگے اور خدا کی رحمت کے علاوہ کسی سے آس لگائے نہیں رکھوگے؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: جب تم اپنے جانور کی قربانی دے رہے تھے تو کیا یہ سوچا کہ ہر قسم کے لالچ کا گلا عبادت اور پرہیزگاری کی چھری سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کاٹ دوگے؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کروگے جس نے اپنے بیٹے، جگر کے ٹکڑے اور خوشبودار پھول یعنی حضرت اسماعیلؑ کو قربانگاہ لاکر اس کام کو آئندگاں کے لئے سنت اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے خدا کی قربت حاصل کرنے کا وسیلہ قرار دیا؟

شبلی: نہیں۔

جب تم واپس مکہ لوٹے اور "کوچ کا طواف" بجالائے تو یہ سوچا کہ تم خدا کی رحمت سے کوچ کرکے اس کی عبادت کرنے کی طرف لوٹ رہے ہو اور تمہیں اس کی مودت حاصل ہوگئی ہے۔ اور تم تمام الٰہی واجبات انجام دے چکے اور اس خدائے عظیم کا قرب حاصل کرچکے ہو؟

شبلی: نہیں۔

امامؑ: اس کا مطلب ہے کہ نہ تم منیٰ پہنچے ہو، نہ سنگریزے پھینکے ہیں، نہ اپنا سر منڈوایا ہے، نہ حج کے اعمال انجام دیئے ہیں، نہ مسجد خیف میں نماز ادا کی ہے، نہ "کوچ کا طواف" انجام دیا ہے اور نہ تمہیں خدا کا قرب حاصل ہوا ہے!

واپس لوٹ جاؤ! کہ تم نے حج ادا نہیں کیا!

شبلی حج کے دوران اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے روئے، بہت روئے۔ اس کے بعد ہمیشہ امامؑ سے سیکھتے رہے یہاں تک کہ اگلے سال معرفت اور یقین کے ساتھ حج کیا۔[۱]

۱۔ مستدرک الوسائل: ۱۰/ ۱۶۶/ ۱۱۷۷۰

تیسرا باب

برکتوں سے فیض یاب ہونے کے شرائط

برکتوں سے فیضیاب ہونے کے شرائط

خانہ خدا کا زائر کس طرح صاحب خانہ اور سرزمین وحی کی برکات سے فیضیاب ہو سکتا ہے؟

یہ وہ پہلا اور سب سے اہم سوال ہے جو سرزمین وحی پر قدم رکھنے والے لوگ پوچھا کرتے ہیں خاص طور پر وہ لوگ جنہیں سالہا سال کے انتظار کے بعد خانہ خدا کی زیارت کی توفیق حاصل ہوئی ہے اور انہیں دوبارہ اس توفیق کے حصول کی کوئی امید نہیں۔

اچھا ہوگا اگر اس سوال کے جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہ کہیں بلکہ آپ صاحب خانہ سے پوچھیں کہ وہ کیسے مہمانوں کو پسند کرتا ہے اور کون سا زائر اس کی عنایات سے فیضیاب ہو سکتا ہے؟

بے شک اس کی کتاب (قرآن کریم) اور اس کے خاندان رسالت (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کے اقوال اس سوال کا جواب ڈھونڈنے میں ہماری مدد کریں گے۔

خدا کی کتاب اس سوال کے جواب میں یہ آیت پیش کرتا ہے کہ: اس گھر کا مالک (اللہ تعالی) بہت رووف اور مہربان ہے جس سے زیادہ مہربان کوئی نہیں۔ وہ رحمت اور مہربانی کو خود پر واجب قرار دیتا ہے: (قُلْ لِلَّهِ كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ)[1]

اس گھر کے مالک کی رحمت تمام چیزوں اور تمام لوگوں پر محیط ہے۔ خدا خود فرماتا ہے: (وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ)[2] خدا کی صفات میں کوتاہی اور قصور کو کوئی عمل دخل نہیں۔ یہ ہم ہیں جنہیں خدا کی قربت حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے

۱۔انعام: ۱۲

۲۔اعراف: ۱۵۶

والی چیزوں کو اپنے راستے سے دور کرنا چاہیے۔ وہ چیز جو خانہ خدا کے زائر کو ان برکات سے فیض یاب ہونے سے روکتی ہے، صرف اور صرف (مادی اور معنوی) آلودگی ہے۔ صاحب خانہ نے ابراہیم خلیل الرحمان کو حکم دیا کہ وہ اس کا گھر زائرین کی ضیافت کے لئے آمادہ اور آراستہ کریں۔[1]

اصلی شرط:

اس پاک گھر میں داخلے اور اس کی برکتوں سے فیض یاب ہونے کی پہلی شرط پاک ہونا ہے۔

شستشویی کن وآنگه به خرابات خرام
تا نگردد ز تو این دیر خراب آلوده

(ترجمہ: پہلے نہا دھولو پھر خرابات میں قدم رکھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دیر خراب تیری وجہ سے آلودہ ہو جائے۔)

خانہ خدا کے زائر کو چاہیے کہ وہ پہلے خود نہا دھولے، پھر اپنی تمام چیزوں کو پاک کر لے، اس کے بعد اس پاک سرزمین پر قدم رکھے۔ اسے چاہیے کہ وہ اس سرزمین میں پاک مال، پاک بدن اور پاک لباس کے ساتھ کسی پاک جگہ میں داخل ہو۔

جو اس پاک سرزمین پر ناپاک مال کے ساتھ قدم رکھتا ہے، اسے "لبیک" کے جواب میں "لا لبیک" کی صدا سنائی دیتی ہے۔[2]

۱۔ حج: ۲۶ (وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ)

۲۔ رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: جو حرام مال کے ساتھ حج کرنے جاتا ہے، جب "لبیک اللھم لبیک" کی صدا بلند کرتا ہے تو اس کے جواب میں خداوند تعالی فرماتا ہے: (لا لبیک ولا سعدیک) یہ واپس تمہاری طرف لوٹتا ہے۔ قرآن اور حدیث میں حج اور عمرہ کا بیان: آداب حج،: مال کا حلال کرنا۔

جنہیں شرک نے پلید کر رکھا ہے، انہیں خانہ خدا میں داخل ہونے کا کوئی حق نہیں ! :

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ[۱]

اس گھر میں جو شخص جتنا اپنے دل کو خدا کے علاوہ دوسری تمام چیزوں سے خالی کرے گا، اتنا ہی اس کی برکات سے زیادہ فیضیاب ہوگا۔

حدیث ہے کہ پیغمبرؐ سے پوچھا گیا: خداوند تعالی کا کون سا نام اسم اعظم ہے؟ حضورؐ نے فرمایا:

کل اسمٍ من اسماءِ الله اعظم، ففرغ قلبك من کل ما سواه، وادعه بها ای اسم شئت[۲]

ترجمہ: خدا کے ناموں میں سے ہر نام اسم اعظم ہے، اس (خدا) کے علاوہ تمام چیزوں (کی محبت) سے اپنے دل کو خالی کردو، پھر اسے

جس نام سے چاہو پکارو کہ وہ تمہاری دعا قبول کرلے گا)۔

جی ہاں! خدا کی طرف خالص توجہ کا مطلب اس کے علاوہ تمام چیزوں سے دل کو خالی اور جان کو پاک کرنا ہے۔ یہ وہ سب سے اہم نکتہ ہے جسے خداوند تعالی کی عنایات سے بہرہ مندی کے خواہش مند زائرین کو دھیان میں رکھنا چاہیے۔ جہاں کہیں انسان کو یہ حالت میسر آئے کہ اس کا دل خدا کے علاوہ تمام چیزوں سے تہی ہوجائے تو برکات الہی خود بخود انسان کے شامل حال ہونگی؛ چاہے احرام باندھنے کا وقت ہو، یا طواف، دوڑ لگانے (سعی)، عرفات، مشعر، منا، روضہ نبوی یا پھر کنار قبرستان بقیع وغیرہ

دوسرے لفظوں میں سرزمین وحی کی جگہ جگہ اور حج اور عمرہ کے مناسک کو دعا اور

۱۔ توبہ: ۲۸

۲۔ میزان الحکمہ، ج ۴، ص ۱۶۵۸، ح ۵۶۰۷

حضرت حق کی قربت کے حصول میں اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔ بے شک جب انسان پر یہ عالم اور حالت طاری ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ اسے خداوند کی عنایات حاصل ہو گئی ہیں۔

وہ جگہ جہاں محبت کی:

مرحوم شیخ رجب علی خیاط کے مریدوں میں سے ایک کا کہنا ہے: سفر حج سے واپسی پر میں شیخ صاحب کے پاس پہنچا اور کہا: کیا آپ میرے لئے بھی کوئی تحفہ لائے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: "اپنا سر جھکائو۔ اور پھر سورہ حمد کی تلاوت کرنے لگے۔" اس کے بعد انہوں نے نہایت صحیح انداز میں ان مقامات کے بارے میں مجھے بتایا، جہاں جہاں میں گیا تھا اور مسجد الحرام میں میری کیفیت کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا: "وہ جگہ جہاں انہوں نے تجھ سے محبت کی، بقیع کا قبرستان تھا جہاں تیری فلاں حالت تھی اور تو فلاں چیزیں مانگ رہا تھا۔"

وہاں میں نے خدا سے جو چیز مانگی تھی، ان پر آشکارا تھی۔[1]

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ ایسی حالت اور عالم کا طاری ہونا اور ایسے مقام کا حصول بڑا معرکہ ہے اور ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ عام انسان پر یہ عالم کیونکر طاری ہو سکتا ہے؟

دل کا پاک کرنا، آخر کیسے؟

جواب میں یوں کہنا چاہیے کہ اس شرط کا حصول اتنا مشکل بھی نہیں۔ اس کا ایک اور آسان راستہ بھی ہے یعنی دل کا ٹوٹنا۔ دل کا پیالہ جب ٹوٹتا ہے تو اس سے آلودگیوں کی گرد جھڑ جاتی ہے، پھر دل پاکیزہ ہو جاتا ہے اور حق تعالی کی تجلی کا ٹھکانہ بن جاتا ہے۔ اسی لئے

۱۔ کیمیائے محبت: شیخ رجب علی درزی کی یادیں

جب کسی نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ تو انہوں نے اس شخص کے جواب میں فرمایا:

عند المنکسرۃ قلوبھم[۱]

ترجمہ: ان کے قریب جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے:

انا عند المنکسرۃ قلوبھم[۲]

ترجمہ: میں شکستہ دلوں کے قریب ہوں!

بازار ما شکستہ دلی می خرند وبس
بازار خود فروشی از آن سوی دیگر است

ترجمہ: ہمارے بازار میں ٹوٹے ہوئے دل فروخت ہوتے ہیں۔ خودفروشی 'دکھاوے' کا بازار دوسری طرف ہے۔

جب دل ٹوٹتا ہے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں جو روح کی آلودگی کو دھو ڈالتے ہیں:

غسل در اشک زدم کاھل طریقت گویند
پاک شو اول وپس دیدہ بر آن پاک انداز

(**ترجمہ:** میں نے اپنے آنسوؤں سے غسل کیا کیونکہ اہل طریقت لوگوں کا کہنا ہے کہ پہلے خود پاک ہو جاؤ، پھر اس پاک (ہستی) پر نظر ڈالنا) امام صادقؑ سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

اذا اقشعر جلدک ودمعت عیناک ووجل قلبک فدونک دونک، فقد قصد قصدک[۳]

ترجمہ: جب کبھی تمہارا بدن کانپنے لگ جائے، تمہاری آنکھیں اشک بہانے لگیں اور

۱۔ بحار، ج ۷۰، ص ۱۵۷
۲۔ بحار، ج ۹۳، ص ۳۴۴، ح ۵
۳۔ میزان الحکمہ، ج ۴، ص ۱۶۶۰، ح ۵۶۱۲

تمہارا دل تڑپنے لگے تو اس لمحے کو (دعا مانگنے کے لئے) غنیمت جانو کیونکہ (اس وقت) تم پر توجہ کی گئی ہے۔

ایسے لوگ کم نہیں جنہیں خانہ خدا کے قریب یہ فرصت میسر آئی ہے اور وہ صاحب خانہ اور اس کی برکات سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

یہاں ہم چند مثالیں پیش کر رہے ہیں:

خدا سے بے تکلف بات کیجئے:

میں نے حوزہ علمیہ قم کے فاضل محترم (جن کا میں ارادتمند ہوں) سے چاہا کہ وہ حج کے سفر کے دوران خانہ خدا کی برکات سے متعلق اپنی خوبصورت یادیں قلمبند کرکے مجھے دے دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ان کا نام یہاں لیا جائے:

پہلی بار قسمت نے ساتھ دیا کہ میں بھی حرم نبوی اور امن الٰہی کی وادی میں حق کے دلدادگان اور عاشقان کے ہمراہ حج تمتع کے عظیم اجتماع میں شرکت کا شرف حاصل کروں۔

صرف وہی لوگ، جنہیں یہ نعمت حاصل ہوئی ہے، جانتے ہیں کہ اس راہ میں پہلی بار سفر کا اپنا ایک لطف اور مستی اور جوش ہوتا ہے۔

اس سفر کے دوران، پہلے ہم مدینہ گئے؛ مدینہ یعنی پیغمبر اکرم کا شہر مبارک، آل اللہ کا دیار، وہ شہر جہاں بقیع اپنے سینے میں یادوں کا ایک خزانہ لئے سو رہا ہے اور جو ان دنوں آل اللہ کی عظیم مظلومیت کی علامت ہے۔

دن گذرتے گئے اور ہمارے کوچ کی ساعت قریب سے قریب تر ہوتی گئی، مدینہ سے نکلتے ہوئے میری جو کیفیت تھی، اس کا اظہار لفظوں میں ممکن نہیں۔ آخری لمحوں میں میں کئی مرتبہ چھت پر چڑھا اور سبز گنبد کو دیکھ کر آنکھوں سے اشک بہانے لگا اور آئندہ چند لمحوں میں درپیش جدائی کے غم کو سوچ کر فریاد کرنے لگا۔

اس کے بعد ہم مکہ یعنی وادی قدس اور حریم حق میں داخل ہوئے جہاں کعبہ توحید کی سب سے روشن علامت اور خدا کے سب سے پرانے گھر کی صورت میں جلوہ افروز تھا۔ جہاں لوگ انتہائی پر شکوہ انداز سے نور اور روشنی پر یقین رکھنے والوں کو عاشق اور فریفتہ ہونے کی دعوت دے رہے تھے۔

دن گذرتے جاتے اور میں روشنی اور نور کے دوسرے مسافروں کے ہمراہ حتی الامکان اس شہر کی خوبصورتیوں، بلند درجات اور ارجمندیوں سے فیضیاب ہوتا جاتا۔

اس سال میں ایک عالم انسان کے سامنے حاضر ہوا۔ یہ شخص ایک مرد کامل تھا جس کی عمر آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور جہاں دیدہ تھا اور جو اکیسویں بار حج بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے جارہا تھا۔ یہ شخص کسی بھی طرح کی ریاکاری سے پاک اور سچے معنوں میں "اہل دل" تھا اور حریم حق کے آداب و رسوم اچھی طرح جانتا اور ان کا لحاظ رکھتا تھا۔

ایک دن ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔ اس نے کہا: تم نے اپنے بچوں کے لئے کیا خریدا؟

میں خاموش رہا۔ اس نے اپنی بات دہرائی، اس کے لہجے میں مزاح کا شائبہ اور بلا کی مٹھاس تھی۔

میں نے آرام سے اپنا سر جھکا کر کہا: میری کوئی اولاد نہیں۔ یہ سوچ کر کہ شاید اس بات سے اس نے میری دلآزاری کی ہو، بوڑھا شخص پریشان ہوگیا اور چند جملوں کے بعد کہا: تمہاری شادی کو کتنے سال گزر چکے ہیں؟

میں نے کہا: سات سال سے کچھ اوپر کا عرصہ گزر چکا ہے۔

اس نے کہا: خدا عظیم ہے اور تم جوان، ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔

اس طرح وہ دن گزر گیا۔

میں نے اس پیرِ خردمند سے کچھ نہیں کہا، اور زندگی اور اس کے اچھے برے کے بارے میں اس سے کوئی بات نہیں کی۔ہم نے اپنی محبت سے سرشار مشترک زندگی میں اس مشکل کو دور کرنے کے لئے کئی بار اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے رجوع کیا جس کے نتائج کا سامنا ہمیں امید سے لبریز جملوں میں کرنا پڑتا لیکن ان جملوں کا اصل مقصد ہمیں ناامید کرنا ہی ہوتا۔اپنے ایک عزیز دوست کی رہنمائی اور مسلسل تاکید پر ہم نے آخری بار ایک ایسے ڈاکٹر سے رجوع کیا جس کے بارے میں اس زمانے میں کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے کام میں مہارت رکھتا ہے اور اس کی ہر بات اس کے انتہائی باریک مشاہدات اور تجربات پر مبنی ہے اور اس کے کارنامے زبان زد عام تھے۔ہم نے اس سے رجوع کیا لیکن رپورٹس آنے کے بعد اس ڈاکٹر نے ڈاکٹروں کے طرز کلام کے برعکس صاف لفظوں میں مجھ سے کہا: کوئی فائدہ نہیں، آپ کی بیوی کبھی حاملہ نہیں ہوسکتی، اب آپ چاہیں تو اپنی شریک حیات کے ساتھ اپنی زندگی جاری رکھیں یا...

میں نے صرف اتنا کہا: ڈاکٹر! مجھے آپ کے طرز کلام پر نہایت افسوس ہو رہا ہے۔ بچے کے بغیر بھی ایک خوبصورت زندگی گزاری جاسکتی ہے۔بدقسمتی سے اس کی بات میری نیک سرشت بیوی نے بھی سنی اور اس رات بہت روئی اور یہ کہتی جاتی: لوگ چاہیں کچھ بھی کہیں، کیونکہ کہتے ہیں: "میرا دل روشن ہے اور فضل الٰہی پر امید رکھتا ہے"۔

اس کے باوجود میں نے اپنے نیک ہمسفر سے کچھ نہیں کہا...

اس نے اگلے دن مجھ سے کہا: تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟! کس کے مہمان ہو؟! تمہارا میزبان کون ہے؟! تو پھر تم خدا سے کیوں نہیں مانگتے، کیونکہ اگر اس میں تمہاری بھلائی ہوئی تو خداوند تعالی تمہارے دل سے نکلی ہوئی فریاد کا جواب ضرور دے گا۔

اس کے بعد اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ پہلے ایک قصہ بیان کروں اس کے بعد اس کی وضاحت بھی کر دوں گا:

"ایک سال میں تہرانی زائرین کے ہمراہ تھا، ہمارے کاروان میں ایک انتہائی بے قرار زائر بھی تھا۔ ایک دن میں نے اسے بہت پریشان دیکھ کر اس سے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: صاحب! دعا کیجئے، میری اہلیہ بیمار ہے۔ اسے تپ دق کی بیماری ہے اور اس کی حالت بہت نازک ہے۔ آج صبح میں نے گھر فون کرکے اپنے بیٹے جس کا نام کریم ہے، سے پوچھا: بیٹے تیرے لئے کیا لاؤں؟ اس نے کہا: بابا مجھے اپنی والدہ (کی تندرستی اور سلامتی) چاہیے، خدا سے میری والدہ کی تندرستی اور شفا لیتے آنا۔

اب میری طاقت جواب دے رہی ہے، میں بے قرار ہوں، اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو میں کریم کو کیا جواب دوں گا؟

میں نے کہا: مایوس نہ ہو، آج رات "حجر اسماعیل علیہ السلام" میں جاکر سوز دل سے خدا سے دعا کر اور صرف یہ کہہ: اے خدائے کریم! کریم تجھ سے اپنی والدہ مانگتا ہے۔

اس نے کہا: صرف یہی؟!

میں نے کہا: صرف یہی!!

گویا اس کی آنکھوں میں امید کی ایک بجلی سی چمکنے لگی۔ وہ چلا گیا۔ اگلے دن دوپہر کے قریب آیا، نہایت خوش، چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے پوچھا: کیا ہوا؟

اس نے کہا: جناب! خداوند کریم نے کریم کو اس کی ماں لوٹا دی! میں نے آپ کے کہنے پر عمل کیا۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے ہی انتہائی بے دلی اور خوف کے ملے جلے احساس کے ساتھ گھر فون کیا۔ ہمارے گھر میں شور شرابا تھا۔ انہوں نے کہا: ابھی ابھی تیری بیوی بیماری کے بستر سے اٹھی ہے اور خود گھر کی صفائی کر رہی ہے۔"

پھر اس نے میری طرف دیکھا اور انتہائی اپنائیت کے ساتھ کہا: دیکھو! خدا سے انتہائی بے تکلف انداز میں بات کرو! "حجر اسماعیل علیہ السلام" میں بیٹھو اور یوں فریاد کرو: اے خدا! تو نے انتہائی بڑھاپے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا کیا۔ میں ابھی جوان ہوں؟ کیا یہ ٹھیک ہے کہ تو میری آرزو پوری نہ کرے؟ اے ابراہیم علیہ السلام کے خدا! اے اسماعیل علیہ السلام کے خدا! ! مجھے ابراہیم عطا کر، مجھے اسماعیل عطا کر۔اس مرد کا عجیب پر گداز لہجہ تھا گویا وہ خود بھی خدا سے دعا مانگا کرتا تھا اور اپنی دعاؤں کو پوری ہوتے دیکھتا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ یہ بات بھی اسی نے بتائی یا میں نے خود طے کیا کہ اگر خدا نے مجھے بیٹا عطا کیا تو میں اس کا نام ابراہیم، اسماعیل یا محمد رکھوں گا اور اگر بیٹی ہوئی تو اس کا نام فاطمہ یا ہاجرا رکھوں گا۔

اس رات میں نے امیدوار لیکن سیاہ شدہ قلب، بولنے والی لیکن آلودہ زبان کے ساتھ اس بزگوار کے کہنے پر عمل کیا اور اپنے سفر کے دوران اس کی کہی ہوئی بات دہراتا رہا۔ حج سے واپس گھر لوٹا۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ خدا نے اپنے اس روسیاہ بندے پر اپنی رحمت نازل کی اور ہمارا آنگن بچے کے قہقہوں سے روشن ہوا! میں نے اپنے بیٹے کا نام رکھنے کے لئے قرعہ اندازی کی۔ دوستوں کا کہنا تھا کہ میں نوزائیدہ بچے کا نام اسماعیل نہ رکھوں، اس بات کے لئے ان کے پاس چند انتہائی بے ربط اور بھونڈی دلیلیں تھیں۔ ہم نے تین بار قرعہ اندازی کی، اور تینوں بار "اسماعیل" نکلا۔

مجھے امید ہے کہ میں، اسماعیل اور میری اہلیہ خدا کے اچھے بندے ثابت ہونے کی کوشش کریں گے اور اس عظیم برکت کا پاس رکھیں گے اور حریم حق کی حرمت کا لحاظ رکھیں گے۔

ایک اور شکستہ دل کی دعا کی قبولیت:

اوپر بیان کی جانے والی کہانی سے ملتی جلتی ایک اور عبرتناک کہانی میرے دیرینہ دوست اور انتہائی محنتی عالم اور (اہل بیت کے) خدمتگار جناب محسن قرائتی کی ہے جو ان کی پیدائش کے بارے میں ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"میرے والد صاحب کی عمر چالیس سال سے اوپر ہو چکی تھی لیکن ان کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے دو شادیاں کر رکھی تھیں لیکن اولاد نہ ہوئی۔ ہمارے پڑوسیوں میں سے ایک کے گھر میں بچے بھی زیادہ تھے اور بلیاں بھی۔ ایک دن اس نے تمام بلیاں ایک بوری میں ڈالیں اور انہیں ہمارے گھر لا کر میرے والد صاحب سے کہا: "ہمارے گھر میں بچے بھی زیادہ ہیں اور بلیاں بھی۔ آپ کے نہ تو کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی بلی۔ اب جب خدا نے آپ کو فرزند عطا نہیں کیا، میں آپ کے لئے یہ بلیاں لایا ہوں (یعنی آپ انہی سے اپنا دل بہلایا کریں)۔" اس نے بلیوں کی بوری میرے والد صاحب کے حوالے کی اور خود چلتا بنا۔

میرے والد صاحب گھر میں داخل ہوئے اور انتہائی غمگین ہو گئے۔ انہوں نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا اور روتے روتے خدا سے کہا: "اے خدا! تو نے اس وقت تک مجھے اولاد عطا نہیں کی یہاں تک کہ پڑوسیوں کا دل میرے لئے تڑپنے لگے، اور وہ میرے لئے بلیوں کے بچے لاتے ہیں۔" اس کے بعد وہ اٹھے اور اپنی تمام پونجی یعنی چند کاشانی قالینوں کو فروخت کر کے آج سے کوئی ساٹھ سال پہلے حج کے سفر کا ارادہ کیا۔ مقام ابراہیمؑ پر خدا سے عرض کیا: "اے خدا! تو نے ابراہیمؑ کو سو سال کی عمر میں بیٹا عطا کیا، مجھے بھی بیٹا چاہیے!" اس کے بعد اپنی دعاؤں، توسل اور مناجات جاری رکھیں اور کہنے لگے: "اے خدا! میری خواہش ہے کہ میرا بیٹا تیرے دین کی ترویج کرے"۔

اس کے بعد خداوند تعالی نے میرے والد صاحب کو بارہ بیٹے عطا کئے جن میں سے گیارہ میری اپنی والدہ جبکہ ایک میری سوتیلی ماں سے ہیں!

کبھی کبھار میں مزاق میں کہتا ہوں: شاید اس بوری میں ۱۲ بلیاں تھیں۔

جب میں بڑا ہوا تو دین کا مبلغ بنا۔ بہت سے لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں: "کیا وجہ ہے کہ بیس سال گزرنے کے بعد بھی لوگ آپ کی باتوں سے اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے اور آپ ابھی تک پرانے نہیں ہوئے؟" میں ان کے جواب میں کہتا ہوں: "مقام ابراہیم پر میرے والد کے اشک کارساز ثابت ہوئے۔ میں خود کو کعبہ کا عطیہ خیال کرتا ہوں۔"

مکہ کا ایک شکستہ دل مسافر:

۱۳۷۷ شمسی کا سال تھا جب مجھے خبر دی گئی کہ مکہ کے راستے میں ایک لاعلاج خاتون کو شفا ملی ہے۔ میں نے کوشش کی کہ اس کے کسی نزدیکی رشتہ دار سے پورا واقعہ معلوم کروں۔ ۱۵/۱/۱۳۷۷ کو مسز زاہدی اپنے شوہر کے ساتھ مقام معظم رہبری کے دفتر تشریف لائیں۔ پہلے ان کے شوہر نے باتوں کا آغاز کچھ یوں کیا:

"تشنج میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کئی سال ہوئے میری اہلیہ کے جبڑے آپس میں مل گئے تھے اور کسی طرح بھی الگ نہیں ہو رہے تھے، اس لئے وہ بات نہیں کر سکتی تھی۔ ایران میں میں نے چند ڈاکٹروں سے رجوع کیا۔ آخر میں شمشاد نامی ایک ڈاکٹر نے اس کے جبڑے کا آپریشن کیا لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔ انہوں نے کہا: پلاٹینیم کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔

میں نے اٹلی اور جرمنی فون کئے لیکن کہیں سے بھی مطلوبہ پلاٹینیم کا بندوبست نہ ہو سکا۔ امریکہ میں مطلوبہ پلاٹینیم کا سراغ ملا لیکن انہوں نے اس کے لئے تین ملین تومان طلب کئے جس کی ادائیگی میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اس لئے میں یہ کام انجام نہ دے

سکا۔ اس سال جب حج کے دیگر مسافرین کے ساتھ ہمارے نام بھی نکلے تو ہم بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہم اپنی مراد اس مقدس سفر سے حاصل کرلیں گے۔

اس کے بعد مسز زاہدی نے اپنی شفایابی کی داستان کچھ یوں شروع کی:

"بسم تعالی، میں بیماری کی وجہ سے کافی تکلیف محسوس کرتی تھی۔ ڈاکٹر شمشاد نے بھی بتایا کہ اگر آپ پلاٹینیم ڈھونڈ سکے تو اس کے استعمال سے آپ کا آپریشن کیا جائے گا لیکن پھر بھی سو فیصدی نتیجے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ انہوں نے دوبارہ میرا آپریشن کیا، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تیسری بار بھی میرا جبڑا پوری طرح بند ہوگیا اور میرے لئے کھانا کھانا بہت مشکل ہوگیا۔ میں نے اپنے سامنے کے دانت نکلوا لئے تھے اور مائع خوراک کا استعمال کرتی تھی۔ جب میرا نام حج کے لئے نکلا تو میں نے ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ انہوں نے کہا: آپ کو سفر سے کوئی خطرہ نہیں۔ انشاء اللہ تعالی، اس مبارک سفر کے دوران خدا خود آپ کی مدد کرے گا۔ واپس آکر دوبارہ مجھ سے مل لیں تاکہ میں دیکھ سکوں کہ کیا کام انجام دیا جاسکتا ہے۔

جب میں مدینہ میں داخل ہوئی تو سب سے پہلے پیغمبرؐ کے حرم مبارک اور بقیع کے قبرستان گئی۔ مکہ کی طرف سفر کے وقت میں بالکل ناامید ہوچکی تھی لیکن اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا اور ہمیں مکہ بھی تو آنا تھا۔ مسجد شجرہ میں انتہائی بے دلی سے محرم ہوئی۔ غسل کرتے وقت میں بہت اداس تھی۔ میں نے کہا: اے خدا! مجھے اس راہ میں شفاء عنایت فرما، میں اس حالت میں کس طرح ایران لوٹ سکتی ہوں۔ نہ تو میرے پاس پلاٹینیم کے پیسے ہیں اور نہ آپریشن کا نتیجہ واضح ہے۔

ہم جس بس میں آرہے تھے، وہاں موجود ایک صاحب نے کہا: دو خواتین اٹھ کر لوگوں کو رات کا کھانا تقسیم کریں۔ میں اٹھی اور رات کا کھانا تقسیم کیا، انہیں پانی پلایا اور میوے تقسیم کئے۔ جب پلیٹیں جمع کیں تو خاصا تھک چکی تھی۔ میرے ساتھ والی دوسری

خاتون نے کہا: آپ کو چاہیے کہ آپ آرام کریں۔ جیسے ہی میں آرام کرنے آئی، میں نے دیکھا کہ ایک صاحب معمولی لباس پہنے سبز عبا اور کالے عمامہ پہنے ایک اور صاحب کے ساتھ آئے۔ ان صاحب نے دو بار میرے بائیں جانب تھپکی دیتے ہوئے کہا: بیٹی! تم کیوں پریشان ہو؟ میں نے کہا: میں ائمہ علیہ السلام کے گھر آئی تھی لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا! مجھے اس مصیبت سے نجات کے لئے اور کہاں جانا ہوگا؟!

اس نے کہا: ناامید مت ہونا، خدا تمہاری امداد ضرور کرے گا۔

میں نے کہا: بھلا اب مجھے کہاں سے مدد مل سکے گی!

میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ میری ٹھوڑی کی طرف بڑھا، اس نے میری ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرا اور پھر کہنے لگا: بیٹی! اپنا منہ کھولو!

میں نے کہا: جناب! مجھے تنگ نہ کیجئے، میرا منہ نہیں کھل سکتا۔

دوسری مرتبہ کہنے لگا: اپنا منہ کھولو۔

میں نے کہا: نہیں کھول سکتا۔

تیسری مرتبہ کہا: کہو یا محمد۔

میں نے کہا: جناب، میں چاہتی ہوں کہ ایسا کہوں لیکن میرا منہ نہیں کھل پا رہا۔

اس نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن اپنا سر تو اٹھاؤ۔

میں نے اپنا سر اٹھایا اور اسی حالت میں پوچھا: جناب، آپ کون ہیں کہ اس جاہ وجلال کے ساتھ تشریف لائے ہیں؟

اس نے کہا: میں وہی شخص ہوں جس کی تمہیں آرزو تھی۔ وہ خاص عربی لہجے میں کلام کر رہا تھا۔

اس کے بعد اس نے تین بار میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور کہا: کہو محمد رسولؐ۔

میں بس میں سب سے آخر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا:

تمہارا منہ کھل جائے گا، لیکن خاموش رہو اور شور شرابہ پر بامت کرو۔

میں نے اپنا سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ چہرہ اس قدر نورانی تھا کہ میں اس کے خدوخال نہ دیکھ سکا، جس طرح تیز روشنی انسان کی آنکھوں کو خیرہ کردیتی ہے۔ اس کا نور بس میں پھیل رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ ہلاتا جاتا اور کہتا: آہستہ!

اچانک مجھے احساس ہوا کہ میرا منہ کھل گیا ہے! میں نے چلانا چاہا۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ اس بزرگوار شخص نے مجھے خاموش رہنے کو کہا تھا۔ میں پندرہ منٹ تک خدا کا ذکر اور استغفر اللہ اور الحمد اللہ کہتی رہی۔ اس کے بعد جب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی خاتون سے (جو نہایت باایمان خاتون تھیں اور اہل بیت علیہ السلام کے لئے قرآن کی تلاوت کیا کرتی تھی) کہا: مجھے شفاء عنایت ہوگئی ہے۔ اس نے کہا: یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ کا منہ بند تھا۔ میں نے اپنا منہ کھول کر دکھایا۔

اس نے کہا: یہ کیونکر ممکن ہوا؟ کون تھا؟ کیا کیا؟

میں نے کہا: حضرت محمدؐ تشریف لائے تھے۔!

اس نے صدا لگانی چاہی۔ لیکن میں نے اسے روکتے ہوئے کہا: چلانا مت، کیونکہ حضورؐ نے مجھے خاموش رہنے کا حکم فرمایا۔ لیکن بس میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو پتہ چل چکا تھا، انہوں نے گاڑی ایک طرف کھڑی کی اور مجھے نیچے اترنے اور سجدہ شکر بجالانے کی تجویز دی۔ میرے بائیں پستان میں بھی کافی عرصے سے مسئلہ تھا اور ڈاکٹر کہتے تھے کہ اس پستان کو کاٹ کر جسم سے الگ کرنا ہوگا۔ گاڑی سے نیچے اترتے وقت جب میں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا، تو میرے پستان میں نکلنے والا غدود غائب ہوچکا تھا اور مجھے شفائے کامل عطا کی جاچکی تھی۔ میں نہیں بتا سکتی کہ یہ خدا کی مرضی تھی یا میرے اقارب اور عزیزوں کی دعاؤں کا نتیجہ؟ بہرحال میں ٹھیک ٹھاک ہوگئی تھی۔

اب میرا منہ پوری طرح کھُل سکتا ہے اور میں آرام سے اپنا کھانا کھا سکتی ہوں۔"[۱]

مِنی میں ایک دل شکستہ شخص:

۱۳۷۰ ہجری شمسی کے سال جب میں پہلی بار رہبر کے نمائندے اور حجاج کے سرپرست کے طور پر حج کی زیارت کا شرف حاصل کرنے جارہا تھا، منی کے مناسک کی انجام دہی کے بعد مجھے پتہ چلا کہ رمی جمرات سے لوٹتے ہوئے ایک شخص کو عنایت الٰہی سے بہرہ مندی کا شرف حاصل ہوا ہے۔

۷/۴/۱۳۷۰ یعنی ذوالحجہ ۱۴۱۱ کی چودہ تاریخ کو اس شخص سے بعثہ کے دفتر میں ملاقات رکھی گئی تاکہ میں اس شخص کے ساتھ پیش آنے والی کہانی اس کی اپنی زبانی سن سکوں۔ وہ نیشاپور سے تعلق رکھنے والا حاجی عباس قاسمی نامی ایک بوڑھا شخص تھا۔ اس نے نہایت تفصیل سے اپنی داستان سنائی جو اسی وقت ریکارڈ کی گئی اور جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد میں اپنے ہمراہ آنے والے دوستوں سے بچھڑ گیا، دوسرے جمرہ کے پاس جا کر دیکھا، وہاں بھی نہیں تھے یا شاید مجھے نظر نہیں آئے، تیسرے جمرہ کے قریب بھی ان کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ جمرہ کے آس پاس کے علاقے لوگوں سے بالکل خالی اور ویران تھے۔ ابھی میں پل پر سے گزر رہا تھا کہ مجھے اذان عصر کی آواز سنائی دی، میں نے اپنے آپ سے کہا: عباس! تم نے نماز نہیں پڑھی۔۔۔ میں نے نماز ادا کی اور مسجد سے دور ہونے لگا۔ سڑک کے کنارے مجھے ایک سرخ رنگ کی کار نظر آئی۔ ایک طرف تین عرب اور دوسری طرف دو خواتین بیٹھی ہوئی تھیں جو میوہ

۱۔اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ عرفات کے دن عصر کے وقت دعائے عرفہ کے شروع ہونے سے پہلے مسز زاہدی کی ریکارڈ شدہ باتیں زائرین کو سنادی گئیں جس نے وہاں موجود لوگوں پر عجیب و غریب کیفیت طاری کر دی۔

کھانے میں مشغول تھے۔ چونکہ میں تقریبا سات سال تک نجف میں رہا اور وہاں کام کاج میں مشغول رہا ہوں، اس لئے تھوڑی بہت عربی سمجھ اور بول لیتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا: حاجی! مرحبا۔

انہوں نے بھی کہا: مرحبا۔ میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا: "یا اللہ، یا محمدؐ، یا علیؑ" اتنا کہنا تھا کہ گاڑی میں بیٹھے بوڑھے مرد کی آنکھیں غصے سے انگارے اگلنے لگیں اور اس نے نہایت غصے کی حالت میں کہا:

(محمد ماکو، علی ماکو، کلهم ماتوا!)۔

ترجمہ: محمد نہیں، علی نہیں، وہ سب مر چکے ہیں!

میں نے دل ہی دل میں کہا: "خدایا! میں نے ایسا کیوں کہا؟" چند لمحوں کے بعد انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: حاجی! کوئی بات نہیں، تھوڑا پانی دینا مجھے پیاس لگی ہے۔

اس نے کہا: (قم روح ماکو مای)؛ یعنی: اٹھو یہاں سے پانی نہیں ہے!

اس کے بعد مجھ سے پوچھا: کیا تم شیعہ ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں!

اتنا کہنا تھا کہ اس کا چہرہ غصے لال ہونے لگا۔ اس کا چھوٹا بیٹا جو اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا مجھ سے کہنے لگا: جاؤ اور جا کر گاڑی کے اس طرف کھڑے ہو جاؤ، میں تمہارے لئے پانی لاتا ہوں، تاکہ میرا والد نہ دیکھ سکے ورنہ مجھے بہت مارے گا۔

میں گاڑی کی دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔ وہ لڑکا پانی لایا۔ میں نے پانی پیا۔ پانی پینے کے بعد اس نے کہا: چلے جاؤ۔ میں چلا گیا لیکن اس بات سے میرا دل ٹوٹ گیا اور میں نے رونا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: اے خدا! یہ میں کہاں آگیا، مجھے کوئی چادر نظر نہیں آرہی۔ چلتے چلتے ایک دوراہے پر پہنچا۔ میں نے کہا: خدایا! تیری امید پر میں سیدھے ہاتھ والی سڑک پر جاؤں گا۔ میں اسی طرح چلتا رہا، اچانک جب مڑ کر دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا،

سورج پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا۔ دل ہی دل میں کہا: اے عباس دیوانے! تو کہاں جارہا ہے! لیکن اس کے باوجود چلتا رہا۔ ساتھ ساتھ یہ کہتا جاتا: یاامام زمان علیہ السلام میری مدد کر۔ خدایا! تیرے سامنے میری حیثیت ایک مکھی سے بھی کمتر ہے، تو جانتا ہے کہ میں ایک کسان ہوں، جس نے نہ کبھی کسی کا مال چرایا ہے اور نہ سینما کا رخ کیا ہے۔ میں ابھی حیرت اور خستگی کے عالم میں تھا کہ اچانک پیچھے سے کسی کی آواز نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کرالی:

حاجی عباس قاسمی! کہاں جارہے ہو؟

پہلے والے عرب کا سوچ کر میرے ہوش اڑ گئے۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس کے سر پر ایک سفید رومال بندھا ہوا تھا، کپڑوں کے کوئی بٹن نہ تھا۔ فرمایا: تم اس وقت عرفات سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہو۔ میں نے کہا: حضور! میں کچھ نہیں جانتا، ان پڑھ ہوں، مجھے معاف کیجئے۔

اس نے پوچھا: تمہارے قافلے کا رہنما کون ہے؟

میں نے کہا: ہمارے قافلے کے رہنما کا نام خزاعی صاحب ہے۔

اس نے پوچھا: کیا قافلے کے پاس پہنچنا چاہوگے؟

میں نے کہا: میں بھی یہی چاہتا ہوں۔

اس نے مجھے اپنا ہاتھ تھامنے کا حکم دیا، میں نے ایسا ہی کیا، اس کے ہاتھ چھوے۔ اس کے ہاتھوں سے عجیب خوشبو آرہی تھی۔ ایک بار میں نے اپنے آپ سے کہا: عباس! تمہیں تو دمے کی بیماری لاحق ہے اور عطریات کی خوشبو تمہارے لئے بہت خطرناک ہے۔ ابھی میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ اس نے میرے سینے کی طرف ایک بار دیکھا لیکن کوئی بات نہیں کی۔

اسی عالم میں ایک نگہبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: کیا تم اسے دیکھ سکتے ہو؟

میں نے کہا: بالکل دیکھ سکتا ہوں!

ایرانیوں کے خیموں کے اوپر لہراتے ہوئے بیلون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: کیا تم اسے بھی دیکھ سکتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں! دیکھ سکتا ہوں!

اس نے کہا: تمہاری چادریں (خیمے) وہاں ہیں۔ میرا ہاتھ چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔

میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

اس نے کہا: دوبارہ اچھی طرح دیکھ لو!

اچانک میں نے دیکھا کہ میں اپنے خیموں کے پاس کھڑا ہوں لیکن مجھے دوبارہ وہ شخص نظر نہیں آیا۔ میں نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا کہ کتنی بڑی نعمت میرے ہاتھ سے چلی گئیں۔ آخر میں نے اس بزرگوار کا نام کیوں نہیں پوچھا!!"

حاجی عباس صاحب نے مزید کہا: اس واقعے کے بعد میں نے اپنے دمے کی بیماری کے لئے اور کوئی معالجہ نہیں کیا کیونکہ اب میرے دمے کی بیماری بالکل ٹھیک ہو گئی ہے۔

ایک اور مثال:

علی اصغر بلاغی نامی ایک صاحب کہتے ہیں:

"یہ سن ۱۳۵۶ شمسی کا واقعہ ہے۔ میں ایک بڑی میں جو عرفات کی طرف جا رہی تھی، ایک صاحب، ایک رہنما اور خواتین کے ایک گروہ کے ہمراہ تھا۔ اس گروہ کے سرپرست ایک اور گاڑی میں مردوں کے ساتھ چلی گئی۔ ایک مقام پر ریڈ لائٹ کی وجہ سے ان کی گاڑی آگے نکل گئی اور ہم پیچھے رہ گئے۔ اس طرح ہماری گاڑیاں ایک دوسرے سے بچھڑ گئیں۔ ہماری لاری میں ایک چادر بچھائی گئی تھی تاکہ خواتین اس پر بیٹھ سکیں جبکہ میں اس مرد کے ساتھ ڈرائیور کے ڈبے کے اوپری حصے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارا رہنما جو ایک لبنانی تھا، ڈرائیور کے ساتھ آگے بیٹھا ہوا تھا۔

جیسے ہی ہم عرفات میں داخل ہوئے، ہمیں ہر دوسرے قدم پر پولیس کا سامنا کرنا پڑتا جو ہمیں خبردار کرتی جاتی کہ یہاں سے راستہ ون وے ہے اور (روح الی منی) کہہ کر ہمیں منا کی طرف جانے کی ہدایت دیتی۔ اس لئے ہم عرفات میں داخل ہونے کے لئے پہلے منا گئے۔ ایک جگہ پر ہمارا رہنما اترا تاکہ خیمے وغیرہ تلاش کرسکے، لیکن واپس نہیں لوٹا۔ ڈرائیور پولیس سے جو بھی ہدایت طلب کرتا، پولیس کوئی تسلی بخش جواب نہ دیتی۔ انہوں نے "کشاف" (کشف کرنے والے) کے عنوان سے ایک نوجوان کو ہمارے ہمراہ کردیا لیکن وہ نوجوان بھی راستہ ڈھونڈنے میں ہماری مدد نہ کرسکا۔ نتیجے کے طور پر وہ بھی گیا اور لوٹ کر نہیں آیا۔ مجھے خیال آیا کہ امام زمانہ علیہ السلام سے متوسل ہونا چاہیے۔ میں نے وہاں موجود تمام خواتین کو جو پہلے سے توسل کے لئے تیار تھیں، (امن یجیب ...) کی تلاوت کرنے اور بی بی زہرا علیہ السلام سے متوسل ہو کر امام زمان علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارنے کی ہدایت دی۔ دعائے فرج کی تلاوت سے دل شکستہ ہوگئے اور سب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور اطمینان کی ہوا چلنے لگی۔ ہم نے اپنے ہمراہ شخص اور ڈرائیور سے مشورے کے بعد اصلی سڑک کے کنارے جا کر دن کے طلوع ہونے تک وہاں منتظر رہنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس زمانے میں عرفات میں روشنیوں کے زیادہ انتظامات نہیں تھے، اس لئے کاروان سے بچھڑنے کا خوف نہ صرف ہمارے لئے بلکہ دوسرے مردانہ گروہ بالخصوص دونوں گروہوں کے سرپرست کے لئے بھی کافی پریشانی کا باعث تھا۔

ابھی میں ڈرائیور کے ڈبے کے اوپر بیٹھا تھا اور ہماری گاڑی اصلی سڑک کی طرف روانہ تھی، کہ ایک شخص جس کے چہرے پر عظمت کے آثار ظاہر تھے، ہماری لاری کے سامنے آیا اور (الی هُنا) یا (من هُنا حرلہ) کے الفاظ کے ساتھ ڈرائیور کو مذکورہ سڑک کی طرف جانے سے روکنے لگا۔ ڈرائیور نیچے اترا اور اس بات پر اصرار کرنے لگا کہ وہ ہمیں اس کام سے باز رکھنے کی کوشش نہ کرے، لیکن وہ شخص اپنے لبوں پر ایک دلپذیر مسکراہٹ

کے ساتھ (من ھنا) کے الفاظ دہراتا جاتا۔ آخر کار میں نیچے اترا اور اس گروہ کے ہادی اور رہنما کی حیثیت سے اس شخص سے ملا۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا اور چاہا کہ اس کا ہاتھ چوموں لیکن اس نے اجازت نہیں دی۔ پھر کہا: (الی هُنا حرکوا) اور اپنے اس جملے کو چند بار دہرایا۔ آخر میں ہم مجبور ہوگئے کہ اسی طرف حرکت کریں جس طرف وہ اشارہ کر رہا تھا۔ ہم نے ایک گیئر کی تبدیلی اور ایک مختصر سی مسافت کے بعد خود کو اپنے خیموں کے سامنے پایا۔ میں اور کاروان کے سرپرست اس حالت میں ایک دوسرے سے ملے کہ میرے اشک جاری تھے اور وہ فریاد کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں مجھے یاد آیا اور اچانک میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن وہاں مجھے کوئی شخص نظر نہیں آیا! "

چوتھا باب

امام عصرؑ کا دیدار

بزرگترین آیت الٰہی اور صاحب خانہ کے خالص جلوہ نمائی یعنی امام عصر (عجل اللہ تعالی فرجہ) کا دیدار آپ صاحب خانہ کے دیدار کے بعد سرزمین وحی کی دوسری سب سے بڑی برکت ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

یفقد الناس امامهم یشهد الموسم، فیراهم ولا یرونه[1]

ترجمہ: لوگ حج کے مراسم میں موجود امام کو نہیں ڈھونڈ پاتے۔ وہ (امام علیہ السلام) انہیں دیکھتا ہے، لیکن وہ (لوگ) اپنے امام علیہ السلام کو نہیں دیکھ پاتے۔

جی ہاں! نابینا لوگ انہیں نہیں دیکھ پاتے، یا اگر دیکھ بھی لیتے ہیں تو انہیں جاننے سے قاصر ہی رہتے ہیں جیسا کہ امام عصر علیہ السلام کے نائبین میں سے ایک یعنی محمد بن عثمان عمری کا بیان ہے:

واللہ، ان صاحب هذا الامر لیحضر الموسم کل سنة یری الناس ویعرفهم، و یرونه ولا یعرفونه[2]

ترجمہ: خدا کی قسم صاحب الامر علیہ السلام تمام سال حج کے موسم میں (مکہ میں) موجود ہوتے ہیں، لوگوں کو دیکھتے ہیں، انہیں پہچانتے ہیں، لوگ بھی انہیں دیکھتے ہیں لیکن پہچان نہیں پاتے۔

۱۔ کافی، ج۱، ص ۳۳۷، ح ۶ اور ص ۳۳۹، ح ۱۲؛ کمال الدین، ص ۳۲۵، ح ۳۴ اور ص ۳۳۰، ح ۴۹

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۴۴۰، ح ۸، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۳۰۷، ح ۱۵۲۵؛ وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۱۳۵، ح ۱۴۴۵۴

چند خاص لوگوں نے دیدار کے بعد جبکہ چند ایک نے دیدار کے وقت ہی امامؑ کو پہچان لیا ہے۔ محمد بن عثمان عمری کہتے ہیں:

میں نے جب آخری بار امام علیہ السلام کو دیکھا تو وہ خانہ خدا کے پاس کھڑے یوں فرما رہے تھے:

اللھم انجزلی ماوعدتنی [1]

ترجمہ: خدایا! میرے ساتھ کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کر۔

مشرف ہونے کا امکان:

غیبت کبری کے زمانے میں امام علیہ السلام کے دیدار سے شرف یاب نہ ہو پانے کے بارے میں کوئی یقینی دلیل موجود نہیں۔ البتہ امام علیہ السلام سے منسوب ایک بیان میں امام علیہ السلام اپنے نائب علی بن محمد سمری [2] سے فرماتے ہیں:

یا علی بن محمد السمری اعظم اللہ اجر اخوانک فیک: فانک میت ما بینک و بین ستة ایام، فاجمع امرک، ولا توص الی احد فیقوم مقامک بعد وفاتک، فقد وقعت الغیبة التامه، فلا ظهور الا بعد اذن اللہ عالی ذکره، و ذلک بعد طول الامد و قسوة القلوب و امتلا الارض جورا و سیاتی شیعتی من یدعی المشاهدة، الا فمن ادعی المشاهده قبل خروج السفیانی والصیحة فهو کذاب مفتر [3]

ترجمہ: اے علی بن محمد سمری! خدا تمہارے سوگ میں شریک تمہارے بھائیوں کے

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۴۴۰، ح ۹؛ من لایحضرہ الفقیھ، ج ۲، ص ۳۰۷، ح ۱۵۲۶؛ اثبات الھداۃ، ج ۳، ص ۴۵۲، ح ۷۰

۲۔ غیبت صغری کے زمانے میں امام علیہ السلام کے چوتھے نائب کا نام

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۶۰، ح ۷، ص ۵۲، ص ۱۵۱، ح ۱

اجر میں اضافہ کردے۔ تم آئندہ چھ دنوں میں اس دنیا سے کوچ کروگے۔ اپنا کام مکمل کرلو اور اپنی جانشینی کے معاملے میں کسی کو (اپنا خاص نائب) مقرر نہ کرو کیونکہ اب سے غیبت کامل (کبری) کا آغاز ہوگیا ہے اور خدا کے حکم کے بغیر ظہور ممکن نہیں ہوگا، جو ایک عرصہ دراز کے بعد دلوں کی شقاوت اور زمین کے ظلم و ستم سے بھر جانے کے وقت ہوگا۔ اور جلد ہی میرے شیعوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے دیدار کا دعوی کریں گے۔ یاد رکھو کہ جو بھی میرے دیدار کا دعوی کرے، وہ سخت جھوٹا اور تہمت لگانے والا ہے۔"

یہ بیان مستند ہونے نیز غیبت کبری کے زمانے میں امام علیہ السلام کے دیدار کے امکان پذیر نہ ہونے کی رو سے ناقابل قبول ہے۔ مستند ہونے کی رو سے اس طرح کہ اس بیان کا راوی حسن بن احمد مکتب کوئی معروف اور جانا پہچانا نام نہیں۔ دلالت کی رو سے یوں کہ چونکہ علی بن محمد سمری امام علیہ السلام کے خاص نائب تھے، اس لئے یہاں "دعوئے دیدار" سے امام کی مراد مطلق دیدار نہیں بلکہ علامہ مجلسی کے بقول یہاں دعوئے دیدار کا مطلب امام علیہ السلام کی نیابت اور آپ علیہ السلام کی جانب سے پیغامات لانا ہے، بالکل اسی طرح ہی جس طرح آپ علیہ السلام کی غیبت صغری کے زمانے میں آپ کے نائب کیا کرتے تھے۔[۱]

جھوٹے مدعی:

ظاہر سی بات ہے کہ امام عصر (روحی لہ الفداء) کے دیدار کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ جو بھی آپ علیہ السلام کے دیدار کا مدعی ہو، اس کی بات پر اعتماد اور اعتبار کرلیا جائے۔ یقیناً

۱۔ اس بیان کی اور بھی کئی توجیہات ہیں جنہیں آپ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۳۱۸ سے ۳۲۵ تک پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

تکذیب مطلق کی طرح تصدیق مطلق بھی جائز نہیں۔ جھوٹے مدعیوں کی تعداد کم نہیں۔ اس بارے میں سادہ اندیشی بالخصوص نوجوانوں کے لئے بہت خطرناک ہے۔ عصر حاضر میں ایسی مثالیں بہت دیکھی اور سنی گئی ہیں جن کا بیان یہاں ممکن نہیں۔ یہ دکھانے کے لئے کہ مذکورہ عمل کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور جھوٹے لوگ اپنے اس عمل کو سچ ثابت کرنے میں کس حد تک آگے بڑھ سکتے ہیں، صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک پیغام:

امام عصر علیہ السلام سے ارتباط کے ایک مدعی نے امام خمینی (رہ) کے دوران حیات اسلامی جمہوری کے ایک بلند پایہ افسر کو ٹیلیفون کرکے بتایا: میں امام خمینی (رہ) کے لئے بقیۃ اللہ علیہ السلام کا پیغام لے کر آیا ہوں، جسے ان کے سامنے حاضر ہو کر پیش کرنا لازمی ہے۔

اس بلند پایہ افسر نے بھی گویا مدعی کی بات درست سمجھی لہٰذا امام خمینی (رہ) کو اس واقعے سے آگاہ کر دیا۔

امام خمینی (رہ) نے فرمایا: اسے کہو "میرا باطن اندھا ہے — یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں بغیر ثبوت اور دلیل کے کسی چیز کو نہیں مانتا — اس سے تین سوالات پوچھو اور کہو کہ: اگر وہ ولی عصر علیہ السلام سے ارتباط میں ہے تو پہلے میرے تین سوالات کے جوابات دیں۔

پھر امام علیہ السلام کا پیغام سنائے:

پہلا سوال: میں ایک چیز کو دوست رکھتا ہوں، وہ چیز کیا ہے؟[1]

۱۔ پیغمبر خداؐ سے منسوب ایک فوٹو امام خمینی (رہ) کے کمرے میں تھی۔

دوسرا سوال: میری ایک چیز کھو گئی ہے، کہاں ہے؟[۱]

تیسرا سوال: "حادث" اور "قدیم" کا آپس میں کیا ربط ہے؟

لیکن اس مدعی (یا ان مدعیوں) نے امام (رہ) کے جوابات دینے کی بجائے امام (رہ) کے نام ایک توہین آمیز خط تحریر کیا کہ آپ کیوں ولی عصر علیہ السلام سے ارتباط رکھنے والے انسان سے اس کے دعویٰ کے اثبات کے لئے دلیل مانگ رہے ہیں!

امام (رہ) نے وہ خط عدالت بھیجا تاکہ بڑے بڑے افسروں کے لئے بھیجا تاکہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور..."

اس داستان میں چند سبق آموز نکات موجود ہیں:

۱۔ جوانوں کو وارننگ، جب یہ جھوٹے مدعی حضرت امام خمینی (رہ) جیسی شخصیت کو گمراہ کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں، تو ان کے لئے سادہ لوح نوجوانوں کو دھوکہ دینا کوئی مشکل کام نہیں۔

۲۔ امام عصر علیہ السلام سے ارتباط کا مدعی ہونا بہت آسان ہے۔ ہر کوئی ایسا کر سکتا ہے لیکن اہمیت اس بات کی ہے کہ وہ اپنا یہ دعویٰ دلائل کی روشنی میں ثابت کر دکھائے۔ نیز اس مدعی کی تصدیق یا تکذیب بھی دلائل کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

۳۔ مدعی کے امامؑ کے ساتھ ارتباط کو ایک ایسی دلیل ثابت کر سکتی ہے جو عالم غیب سے مرتبط ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہو۔

اس لئے امام (رہ) نے اپنے سوالات ایسے رکھے کہ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو تعویذ گنڈوں پر قدرت رکھتے ہیں ان کا جواب نہ دے پائیں۔

۱۔ امام (رہ) کا ایک شعری مجموعہ کھو گیا تھا۔

دیدار کا ذریعہ:

هل اليك يا بن احمد سبيل فتلقی؟[۱]

ترجمہ: کیا اس بزرگوار کے دیدار کا کوئی طریقہ ہے؟

اس سوال کا جواب "ہاں" میں ہے۔ حضرت احدیت کے اس خالص رونمائی اور بزرگترین آیت الٰہی کے دیدار کا طریقہ صرف اور صرف تہذیب نفس اور دل و نگاہ کو پاک کرنا ہے:

غسل در اشک زدم کاهل طریقت گویند
پاک شو اول و پس دیده بر آن پاک انداز

(**ترجمہ:** میں نے اپنے آنسوؤں سے غسل کیا کیونکہ اہل طریقت لوگوں کا کہنا ہے کہ پہلے خود پاک ہو جاؤ، پھر اس پاک (ہستی) پر نظر ڈالنا۔)

کہا جاتا ہے کہ دانشمندوں میں سے ایک نے کئی سال کی ریاضت کے بعد ایک دن کسی تالے بنانے والے کی دکان پر امام علیہ السلام کا دیدار کیا۔ بوڑھے تالے والے نے ایک بوڑھی حاجتمند عورت سے بغیر چابی کے تالے کی خریداری انتہائی ایمانداری سے کی، جسے دیکھ کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

"... یوں رہو تاکہ میں تمہارا حال دریافت کرنے آؤں، چلہ کاٹنے کی ضرورت نہیں، علم جفر سے متوسل ہونے کی ضرورت نہیں، ریاضت اور سفر کرنے کی ضرورت نہیں، صرف اور صرف نیک اعمال دکھاؤ! ... میں نے تمام شہر میں اس بوڑھے شخص کا انتخاب کیا! کیونکہ یہ بوڑھا دیندار ہے اور خدا کو صحیح معنوں میں جانتا ہے۔ یہ ایک امتحان تھا جو اس نے دیا۔ یہ بوڑھی عورت بازار کے ایک سرے سے داخل ہوئی اور اپنی مجبوری

۱۔ دعائے ندبہ

اور حاجتمندی بیان کرتی ہوئی ہر ہر دکان پر گئی، لیکن سب نے اسے مجبور دیکھ کر اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کا تالہ سستے سے سست داموں خریدنے کی کوشش کی اور کسی نے بھی اسے تین شاہی سکہ سے زیادہ کی پیشکش نہیں کی یہاں تک کہ اس بوڑھے انسان نے اس سے اس کا تالہ سات شاہی میں خریدا۔ ایک ہفتہ نہیں گزرتا کہ میں اس کا احوال پوچھنے آجاتا ہوں اور اس کی دلجوئی کرتا ہوں۔"[1] بے شک ان تمام صالحین اور بندگان خدا جنہیں عصر غیبت میں امام علیہ السلام کے دیدار کا شرف حاصل ہوا، کی کامیابی کا راز تھذیب نفس اور نیک اعمال تھے۔ اچھا ہوگا اگر ہم یہاں عالم ربانی، فقیہ عارف حضرت آیت اللہ بہاء الدینی کی میٹھی داستان بیان کریں:

آیت اللہ بہاء الدینی کا تشرف:

آیت اللہ بہاء الدینی بیمار تھے۔ میں نے سن رکھا تھا کہ انہیں امام عصر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ ہم جمعہ کی رات ۲۷ فروردین سن ۱۳۷۱ ہجری شمسی کو حضرت آیت اللہ مشکینی (خسر معظم) کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے گئے تاکہ عیادت کے ساتھ ساتھ ان سے اس موضوع کے بارے میں بھی بات کر سکیں۔

جیسے ہی ہم ان کے سامنے بیٹھے اور سلام کیا اور اس سے پہلے کہ ہم امام زمانہ علیہ السلام کے دیدار کے بارے میں ان سے کچھ پوچھ سکیں، انہوں نے خود ہی یوں کہنا شروع کر دیا:

"چند راتوں پہلے امام زمان علیہ السلام اسی دروازے سے تشریف لائے (جناب بہاء الدینی نے ہمارے بائیں جانب کمرے کی طرف اشارہ کیا) اور عجیب اپنائیت کے ساتھ

۱۔ اس داستان کی تفصیل کے لئے دیکھئے: کیمیائے محبت، ص ۱۴۱ سے ۱۴۳ تک

مجھے سلام کیا؛ ایسی اپنائیت جس سے ابھی تک میں آشنا نہ تھا۔ اس کے بعد اُس دوسرے دروازے سے رخصت ہوگئے۔

جناب بہاء الدینی نے کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کیا—اور میں کچھ نہ سمجھ سکا۔

اس کے بعد انہوں نے دو نکات کی طرف اشارہ کیا:

پہلا نکتہ: "میں ساٹھ سال سے اس نکتے پر سوچ رہا تھا اور اس وقت کے انتظار میں تھا۔"

دوسرا نکتہ: "جب میں بحارالانوار کے بارہویں حصے میں ان لوگوں کے احوال کا مطالعہ کرتا تو مجھے صاف دکھائی دیتا کہ جہاں بھی امامؑ کے دیدار کی بات آتی، وہاں کوئی نہ کوئی مادی مسئلہ ابھر کر سامنے آتا۔ (یعنی لوگوں نے ہر موقع پر امام علیہ السلام کو صرف اپنی مادی مشکلات میں آواز دی)۔ تب مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ لوگ ابھی تک امام عصرؑ کی حکومت کے قابل نہیں ہوئے..."[1]

طواف کے دوران تشرف:

"حضرت آیۃ اللہ اراکی (رح) سے ان کے بعض شاگردوں نے درخواست کی کہ وہ اپنی بیٹی کی امام زمانہ علیہ السلام کی کے دیدار سے شرف یاب ہونے کی داستان بیان کریں۔ انہوں نے فرمایا:

۱۔اسی ملاقات میں آیت اللہ مشکینی نے حاجی شیخ عبدالکریم حائری کے بارے میں دریافت کیا۔انہوں نے حاجی شیخ کی خاطر تواضع کے بارے میں فرمایا: حاجی شیخ کا ایک نوکر تھا جس نے ایک رات ان سے کہا: ہمارے پڑوسی کی مالی حالت اچھی نہیں۔ شیخ نے کہا: تم ہمارا بوجھ اور زیادہ کر رہے ہو۔ خدمتگار نے جواب دیا: آپ خود جب یزد سے تشریف لائے تھے تو کیا اس وقت آپ کے پاس کچھ تھا؟! شیخ نے کہا: ہرچند تم ان پڑھ ہو (یہ میری اپنی تعبیر ہے) لیکن تم نے ٹھیک کہا۔

"میری بیٹی شرعی احکام اور دینی دستورات سے مکمل آگاہی رکھتی ہے اور اپنے شرعی اعمال پابندی سے بجالاتی ہے۔ میں اس کے بچپن سے لے کر ابھی تک اس کی حالت سے آگاہ رہا ہوں، یہاں تک کہ کچھ عرصہ پہلے اس نے مجھ سے حج ادا کرآنے کی اجازت طلب کی، لیکن اس کا شوہر اس کے ہمراہ جانے سے قاصر تھا۔

آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ وہ آیت اللہ حاجی موسی زنجانی اور ان کی فیملی کے ہمراہ حج ادا کر آئے۔

خدا حافظی کے وقت وہ اس سفر کے دوران اپنی تنہائی سے پریشان تھی اور کہتی تھی: میں اس طرح کیسے حج ادا کر پاؤں گی؟

میں نے اس سے کہا: "یا حفیظ یا علیم" کا زیادہ سے زیادہ ورد کرے۔ اس نے خدا حافظ کہا اور حج کے لئے روانہ ہو گئی۔

جب حج کے سفر سے لوٹی تو حج کے دوران اپنے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہنے لگی:

خانہ خدا کے طواف کے وقت میں یہ سوچ کر رک گئی کہ لوگوں کے اس عظیم ہجوم میں خانہ خدا کا طواف کیسے کر پاؤں گی۔ لہٰذا میں ایک طرف کھڑی ہو گئی اور انتظار کرنے لگی۔ اچانک میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی:

یہ امام زمانہ علیہ السلام ہیں، ان سے متصل ہو جاؤ اور ان کے پیچھے پیچھے طواف کا عمل انجام دو!

میں نے دیکھا کہ ایک حضرت اس جم غفیر کے دوران ان کے ساتھ ساتھ حرکت میں ہیں اور لوگوں نے ان کے گرد ایک حلقہ سا بنا رکھا ہے جس میں کوئی داخل نہیں ہو پا رہا تھا۔ میں اس حلقے میں داخل ہوئی، ان حضرت کی عبا کا ایک گوشا تھاما اور یہ کہتی جاتی:

میں آپ کے قربان جاؤں۔ اسی طرح میں نے بغیر کسی مشکل کے سات بار خانہ خدا کا طواف کیا۔"

آیت اللہ اراکیؒ آخر میں فرماتے ہیں: مجھے اس لڑکی کی سچائی پر مکمل اعتماد ہے۔ حتی کہ اس نے اپنی یہ کہانی جناب حاجی موسی زنجانی کو بھی نہیں بتائی تھی۔[۱]

عرفات کے مقام پر تشرف:

حجت الاسلام والمسلمین جناب حسین انصاریان کہتے ہیں:

"شیخ رجب علی خیاط کے نہایت قریب رہنے والے محمد علی اربابی تہرانی نامی ایک شخص نے مکہ کی طرف اپنے سفر کے بارے میں کہا: میں نویں رات کو عرفات پہنچا۔ اس زمانے میں عرفات نہایت تاریک ہوا کرتا تھا اور لوگ ٹارچ وغیرہ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ رات کے دس بج رہے تھے اور میں مسلسل امام زمانہ علیہ السلام سے متوسل تھا۔ البتہ یہ توسل ان کی زیارت حاصل کرنے کے لئے نہیں تھا کیونکہ میں خود کو ان کی زیارت کا اہل نہیں سمجھتا۔ میں اپنے خیمے کے باہر ان کے ذکر میں مشغول تھا۔ میرے آس پاس اور کوئی نہیں تھا۔ ایسے میں میں نے صاف فارسی بولتی ہوئی ایک آواز سنی، جس نے کہا: حاجی محمد علی! میں نے مڑ کر دیکھا اور میری نظر ایک انتہائی روشن، روحانی اور آسمانی چہرے پر پڑی۔ انہوں نے مجھ سے کہا:

میرے پہلو میں آجاؤ۔

میں نے کہا: جی بالکل! اور درحقیقت آپ ہی ان کی طرف کھنچتا چلا گیا یہاں تک کہ ان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ فرمانے لگے:

۱۔ شرح احوال آیت اللہ اراکی، تحریر: رضا استادی: ۵۹۸ اور ۵۹۹

آج عرفہ کی رات ہے، زیارت حضرت سید الشہداء کی رات۔ تم چاہو گے کہ میں ایک زیارت پڑھوں؟

حاجی محمد علی کہتے ہیں: میں نے بچپن ہی سے معروف زیارات سن رکھی تھیں۔ نہ صرف ان زیارات سے بلکہ ان کے مضامین اور الفاظ سے بھی مکمل طور پر آشنائی رکھتا تھا۔ میں نے اس بزرگوار شخص سے کہا: مجھے زیارات پڑھنا اور سننا بہت پسند ہے۔ انہوں نے تقریباً ایک گھنٹے تک ایک ایسی زیارت پڑھی جو آج تک میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ جیسے جیسے وہ زیارت پڑھتے جاتے، میں اس زیارت کے الفاظ یاد کرتا جاتا، یہاں تک کہ پوری زیارت مجھے ازبر ہو گئی۔ اس بزرگوار شخص کے رونے کا انداز بھی ناقابل بیان تھا۔ زیارت کے بعد اس نے مجھے خداحافظ کہا اور جانے لگا۔ جیسے جیسے مجھ سے دور ہوتا جاتا تھا، مجھے زیارت نامے کے الفاظ بھولتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے پوری زیارت بھول گئی۔

پھر میں مکہ سے کاظمین چلا گیا۔ ریلوے لائن کے قریب کھڑا تھا کہ اچانک میری نظر اسی بزرگوار شخص پر پڑی۔ وہ میرے قریب آیا، سلام کیا اور کہنے لگا:

جب تم تہران جانا تو میرا سلام صرف اور صرف جناب شیخ محمد حسن طالقانی تک پہنچا دینا۔[1]

حاجی محمد علی نے کہا: جب میں تہران پہنچا اور جناب شیخ محمد حسن سے ملا اور انہیں پوری داستان سنائی تو وہ بہت روئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ امام زمان علیہ السلام تھے۔ جب کہ میں نہ تو عرفات اور نہ کاظمین میں اس عظیم شخص کو پہچان پایا تھا۔

۱۔ جناب شیخ محمد حسن، جناب شیخ یحییٰ کے والد اور آیت اللہ صدر مرحوم کے داماد تھے۔ آپ کا شمار تہران کے بزرگ علماء میں ہوتا تھا اور آپ امر بہ معروف اور نہی از منکر کے زبردست مبلغ اور حامی تھے۔

مسجد الحرام کی راہ میں تشرف:

حجت الاسلام والمسلمین جناب ہادی مروی نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: آیت اللہ شیخ راضی نجفی تبریزی، خسر معظم شہید حاجی شیخ عباس شیرازی کی شہادت کی خبر سن کر بہت غمگین ہوئے اور کہا: مجھے اس بات کا یقین نہیں ہو رہا کہ حاجی شیخ عباس شیرازی شہید ہو چکے ہیں۔ وہ بہت بے چین تھے اور روتے رہتے تھے۔ خدا کا کرنا یوں ہوا کہ انہیں حج ادا کرنے کا موقع ملا۔ جب وہاں سے لوٹے تو انہوں نے ایک داستان سنائی جو میں نے ان کی وفات کی مجلس میں وہاں موجود لوگوں کو سنائی۔ انہوں نے کہا:

"خداوند تعالی نے مجھ پر عنایت کی اور مجھے بھی حرم کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے ایک کاروان میں شمولیت کا موقع نصیب ہوا (یاد رہے کہ آیت اللہ شیخ راضی نجفی تبریزی کے پاؤں میں تکلیف تھی اور وہ بیساکی کے سہارے چلتے تھے)۔ رات کے نو یا دس بج رہے تھے اور زیادہ ہجوم نہیں تھا جب میں مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ ذیحجہ کا ساتواں آٹھواں دن تھا۔ تمام زائرین مکہ پہنچ چکے تھے۔ گلیوں میں اور سڑکوں پر لوگوں کا بہتا ہوا سیلاب دکھائی دیتا تھا۔ ایک دفعہ جب میں حرم کی طرف جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ گلیوں میں کوئی بھی نہیں تھا، گاڑیاں تو نظر آ رہی تھیں لیکن ان گاڑیوں میں کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔ میں تعجب زدہ رہ گیا کہ وہی گلیاں جو ہر دن لوگوں سے بھری رہتی تھیں آج کیونکر خالی ہیں اور مجھے کوئی آدم زاد نظر نہیں آ رہا۔ میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ اچانک سامنے سے آتے ہوئے ایک شخص پر میری نظر پڑی۔

ان کے چہرے پر نقاب اور پاؤں میں مردانہ جوتے تھے۔ جیسے ہی میں نے سوال کرنا چاہا، کسی کرنٹ لگے ہوئے آدمی کی طرح جم کر رہ گیا۔ وہ حضرت میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے بالکل بھی ہلا نہ گیا۔ انہوں نے اپنی بھوؤں تک نقاب اٹھائی اور جیسے ہی میری نظریں ان کے چہرے پر پڑی میرے منہ سے بے ساختہ "ماشاء اللہ، لاحول

ولا قوۃ الا باللہ" کے الفاظ نکلے اور میں ان کی خوبصورتی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اس کے بعد انہوں نے دوبارہ اپنے چہرے پر نقاب ڈال دی اور میرے کانوں میں لوگوں کی آوازیں آنے شروع ہو گئیں۔"

اگلی ملاقات میں کسی نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے خداوند تعالی سے کیا مانگا کہ آپ کے ساتھ یہ واقعہ رونما ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: جب میری نظریں خانہ کعبہ پر پڑیں تو بے ساختہ میرے منہ سے "اللھم ارنی الطلعۃ الرشیدۃ، والغرۃ الحمیدۃ..." کے الفاظ نکلے۔

اس کے بعد انہوں نے کہا:

بعد میں مجھے کافی افسوس ہوا کہ کاش میں صرف "چہرے" کے ساتھ ساتھ "تکلم" کی درخواست بھی کرتا۔ کیونکہ پہلی بار جب انسان کی نظریں خانہ خدا پر پڑتی ہیں تو اس وقت وہ جس چیز کی بھی آرزو کرتا ہے، اس کی آرزو پوری ہو جاتی ہے۔"[1]

دیدار کے لئے مناسب دستور العمل:

جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں، امام زمانہ علیہ السلام کے دیدار کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو امام عصر (عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف) کے دیدار کے لئے آمادہ کرے۔ کیونکہ بعض اہل معرفت لوگوں کی زبانی بیان کئے ہوئے دستور العمل صرف اسی شرط کے سائے میں مفید اور کارگر ثابت ہوتے ہیں۔

شیخ رجب علی درزی کے ایک پرانے عقیدت مند کہتے ہیں:

۱۔ کہتے ہیں کہ پہلی بار کسی کی نظر خانہ خدا پر پڑتی ہے تو وہ جو کچھ بھی خدا سے طلب کرتا ہے، اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ البتہ آیات اور احادیث و روایات میں اس مطلب کے لئے کوئی سند نہیں ملتی۔

جب میں پہلی دفعہ مکہ کے لئے روانہ ہونے والا تھا، ان کے حضور پہنچا اور رہنمائی طلب کی۔

انہوں نے فرمایا: سفر شروع ہونے کی تاریخ سے چالیس دن تک۔

(أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا)[۱]

کی تلاوت کر، شاید اس طرح تجھے امام عصر (عجل اللہ تعالی فرجہ) کی زیارت نصیب ہو جائے۔"

اس کے بعد فرمایا:

"یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کسی کو بلائے اور اسے اپنا جلوہ نہ دکھائے! تمہاری تمام توجہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ انشاء اللہ! حج کے مراحل اور مناسک کے دوران کسی نہ کسی طرح امام علیہ السلام سے تمہاری ملاقات ہو۔"[۲]

ا۔ اسراء: ۸۰۔ منقول ہے کہ بعض لوگوں نے چالیس دنوں تک ہر دن مذکورہ آیت کی سو بار تلاوت کے توسط سے امام عصر علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے ہرچند زیارت کے دوران کسی نے امام علیہ السلام کو پہچانا نہیں۔ کیمیائے محبت، ص ۲۰۹ اور ۲۱۰

۲۔ کیمیائے محبت، صص ۲۴۵ اور ۲۴۶

پانچواں باب

امام عصرؑ سے متوسل ہونا

امام عصر علیہ السلام سے متوسل ہونا

اہل بیت علیہ السلام سے عقیدت رکھنے والے بہت سے لوگوں نے سرزمین وحی پر امام عصر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف سے متوسل ہو کر اپنی مشکلات حل کرلی ہیں۔ ایسے لوگوں کی داستانیں جو اس پاک سرزمین پر امام زمانہ علیہ السلام کی عنایات سے مستفید ہوئے، اتنی زیادہ ہیں کہ صرف چند مخالف لوگوں کے علاوہ باقی کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ ایسے موقعوں پر خداوند تعالی نے امامؑ سے توسل ہی کی وجہ سے مشکلات لوگوں کی مشکلات رفع کی ہیں، تاہم یہ بات واضح نہیں کہ فیض کا وسیلہ خود بزرگوار کی شخصیت تھی یا ان کے بھیجے ہوئے لوگوں کی۔

اس کتاب کے مختلف ابواب میں امام عصر علیہ السلام سے توسل اور اس توسل کے نتیجے میں حاصل ہونے والی برکات کا ذکر آیا ہے۔ یہاں ہم چند اور مثالیں پیش کرتے ہیں:

جحفہ کی راہ میں:

ایک اجلاس میں میرے پوچھنے پر حجت الاسلام والمسلمین جناب سید جواد علم الہدی نے فرمایا:

"پرانے وقتوں میں ہم لوگ چار پانچ کی ٹولیوں میں جدہ پہنچتے تھے اور چونکہ اس زمانے میں کاروان وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے، اس لئے ہم انتظار کرتے کہ ہماری تعداد چار پانچ سے بڑھ کر تیس چالیس ہو جائے تو ہم ایک ٹرک کرائے پر لے کر جحفہ تک چلے جائیں۔ سن ۳۵ سے ۴۰ کے دوران میں ایک گروہ کے ساتھ محو سفر تھا۔ رات کو ہم "رابغ" کے مقام پر پہنچے اور وہاں سے جحفہ کی طرف نکل پڑے۔ ڈرائیور نے کہا کہ اسے ان راستوں کا علم ہے۔ سڑکیں تمام کچی تھیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہ کچھ جانے بغیر آگے بڑھ رہا ہے۔ ابھی ہم تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ اچانک اس نے گاڑی روکی اور گھبرائے ہوئے انداز میں کہا: ہم کھو گئے ہیں!

مسافرین میں سے کچھ سو رہے تھے اور کچھ ابھی تک بیدار تھے۔ ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا مگر یہ کہ ہم حضرت ولی عصر علیہ السلام سے متوسل ہو جاتے۔ ستاروں کی روشنی کے علاوہ ہمیں کسی چراغ اور علاقے کی روشنی نظر نہ آتی تھی۔ جب وہاں موجود تمام لوگوں نے تین مرتبہ (یا صاحب الزمان ادرکنی) کے الفاظ دہرائے تو اچانک ہماری نظر ایک عرب جوان پر پڑی، جس نے ہماری گاڑی پر قدم رکھتے ہوئے کہا: "انا دلیلکم"۔ گاڑی چل پڑی اور چٹانوں کے گرد ایک چکر لگانے کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئی۔ ابھی وہاں سامان سے لدی چند اور لاریاں پہنچی ہی تھیں کہ وہ جوان گاڑی سے نیچے اترا اور غائب ہو گیا۔"

حجت الاسلام جناب محمد حسین مومن پور کی داستان بھی مذکورہ داستان سے ملتی جلتی ہے:

" ایک سال ہم دو سربراہوں (جن میں سے ایک کاشانی صاحب تھے) کی سربراہی میں قم سے خانہ خدا کی زیارت سرزمین وحی کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ پہلے ہمیں مکہ جانا تھا، اس لئے لازمی تھا کہ پہلے ہم جحفہ جا کر مُحرم ہو جاتے۔ جو لوگ اس زمانے

میں وہاں گئے ہیں، انہیں اندازہ ہے کہ جحفہ کا راستہ رتیلا ہے اور رات کے وقت اس علاقے سے گزرنا خطرے سے خالی نہیں۔ خوش قسمتی سے آج کل وہاں بھی پکی سڑک بنادی گئی ہے۔

بہر حال میں نے کاروان کے سربراہوں سے تقاضا کیا کہ ہمیں ایک ساتھ حرکت کرنی چاہیے تاکہ اگر کبھی کوئی حادثہ پیش بھی آئے، ہم ایک دوسرے کی مدد کرسکیں۔ ہم نو گاڑیوں میں سوار تھے اور گاڑیوں کو نو کیلومیٹر کا فاصلہ درپیش تھا۔ بعض مقامات پر پانچ پانچ میٹر تک راستہ رتیلا تھا۔ نہ روشنی کی خبر تھی اور نہ دیگر وسائل کی۔ ابھی ہم دو کیلومیٹر ہی گئے ہوں گے کہ خواتین سے لدی ایک گاڑی ریت میں دھنس گئی۔ مجبوراً ہمیں اس گاڑی میں سوار مسافرین کو دوسری گاڑیوں میں منتقل کرنا پڑا۔ ابھی دو کیلومیٹر اور گئے تھے کہ ایک اور گاڑی بھی ریت کا شکار ہو گئی۔ ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ کوئی کرین آئے اور اس گاڑی کو رتیلی زمین سے باہر نکالے۔ ہم تینوں سربراہ پریشان تھے کہ اب ہر گاڑی میں سو مسافروں کو تو سوار کرنے سے رہے!

ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں کہ سامنے سے آتی ہوئی ایک ٹرک کی روشنی نے ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرالی۔ آپ جس طرف جارہے ہیں، وہ راستہ صحیح نہیں۔ میرے پیچھے پیچھے آیئے تاکہ آپ کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کروں۔

ہم اس گاڑی کے پیچھے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ ایک سڑک پر پہنچ گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی ابھی یہ سڑک ہماری گاڑی کے لئے بنائی گئی ہے۔ آرا سے مسجد کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نہیں سمجھ پائے کہ وہ شخص کون تھا، اس نے کیسے ہمیں اس سنسان بیابان میں آلیا اور ہماری رہنمائی کی۔

بے شک ہماری مضطرب حالت اور امام زمان علیہ السلام سے ہماری کمک کی درخواست نے اس گرفتاری سے ہماری مدد میں اہم کردار ادا کیا تھا۔"

جمرات سے لوٹتے ہوئے:

جناب علم الہدی صاحب نے مذکورہ اجلاس میں ایک اور کرامت کا بیان ان الفاظ میں کیا:

"ہمارے والد مرحوم آیت اللہ ارباب کے خاص چاہنے والوں میں سے تھے۔ پانچ چھ لوگوں پر مشتمل ان کا گروہ ہمیشہ ارباب مرحوم کی محبت کا دم بھرتا رہا۔ انہوں نے سن ۶۰ ہجری شمسی میں حج کا فریضہ انجام دیا۔ وہ گیارھویں دن رمی جمرات کے دوران اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جاتے ہیں اور سہ پہر تک ان کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ اس حالت میں نہیں تھے کہ اس مصیبت کو زیادہ دیر تک جھیل پاتے۔ وہ کہتے تھے: "مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ موت قریب ہے۔ میں ایک کونے میں بیٹھ گیا اور امام زمانہ علیہ السلام سے متوسل ہو کر عرض کرنے لگا: اب جب میرا دنیا سے جانا طے پا گیا ہے تو کم سے کم مجھے ایرانیوں سے ملا دیجئے تاکہ میں ان کے درمیان دنیا کو خیرباد کہوں۔" اچانک کسی نے مجھے میرے اپنے نام سے بُلایا اور کہا: اے فلاں! کیا تو اپنے کارواں سے بچھڑ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ"۔ ابھی ہم تین چار قدم بھی نہ گئے ہوں گے کہ انہوں نے کہا: لو تمہارا کاروان آگیا!"

جیسے ہی مجھے ہوش آیا اور میں نے ان سے بات کرنی چاہی اور انہیں اپنے آس پاس تلاش کیا تو دیکھا کہ میرے چاروں طرف خالی تھے۔ میں نے لاکھ انہیں ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملے۔

جس کاروان میں میرے والد مرحوم تھے، اس کاروان کے روحانی بھی اسی مجلس میں تشریف فرما ہیں، جو خود اس وقت میرے والد کے کاروان سے بچھڑ جانے کے گواہ ہیں۔"

عرفات کے راستے میں:

حجت الاسلام جناب محمد حسین مومن پور اپنی ایک اور داستان یوں بیان کرتے ہیں:
"یہ سن ۱۳۵۱ ہجری شمسی کا واقعہ ہے۔ میں کاروان کے روحانی کے عنوان سے حج کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس زمانے میں کاروانوں کو آج کل کی طرح عزت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ کاروانوں کے بعض سربراہان ایسے تھے جو اپنی مرضی سے جو چاہتے، کر گزرتے اور انہیں شرعی مسائل کے بارے میں کوئی دقیق علم نہیں تھا۔
آٹھویں ذیحجہ کا دن تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے تمام زائرین کو جمع کر کے حج تمتع کے احرام اور اس سے متعلق دیگر ضروری نکات کی وضاحت کی اور کہا: اگر تمام مکہ میں مُحرم رہنا جائز ہے، لیکن انشاء اللہ مسجد الحرام پہنچ کر اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے نیت باندھ کر ہم سب اکٹھے احرام باندھیں گے۔ جب میری باتیں تمام ہوئیں تو ہم دوسرے زائرین کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھانے چلے گئے۔ کاروان کا سربراہ انتہائی غصے کی حالت میں داخل ہوا اور میری طرف آکر کہنے لگا: آپ نے باتوں نے مجھے کافی مایوس کیا ہے! میں نے پوچھا: کیسے؟ اس نے کہا: کیا ممکن ہے کہ ہم حاجیوں کو اس طرح مسجد الحرام میں لے جائیں؟ ہرگز نہیں! ہمیں یہیں مُحرم ہو کر عرفات کی طرف جانا ہوگا!
میں نے اس کے جواب میں کہا: میری باتیں حاجیوں کی شرعی مسائل کے بارے میں تھیں۔ اگر آپ نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے، سفر کا وقت بتا دیجئے تاکہ میں حاجیوں کے ہمراہ جا کر صحیح وقت پر انہیں واپس لے آؤں۔ ساتھ ہی میں نے حجاج سے بھی کہا کہ وہ کھانا جلدی جلدی کھائیں اور مسجد الحرام جانے کی تیاری کریں۔ وہ بھی جلد ہی تیار ہوگئے۔ ہم حجون کے مقام پر واقع عمارت سے پاپیادہ مسجد الحرام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو میں انہیں مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے گیا اور دس دس کے گروہ کی صورت میں مُحرم کیا اور انہیں جلدی سے ہوٹل لوٹ جانے کی

ہدایت دی۔ اس کے بعد خود نیت کی، احرام باندھا اور ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہوٹل پہنچا تو دیکھا کہ کاروان کا سربراہ انتہائی غصے کے عالم میں میرے پاس آکر کہنے لگا: میں نے کہا نہیں کہ حاجیوں کو اس حالت میں مسجد الحرام نہ لے جائیں، ساوہ کا رہنے والا ایک حاجی کھو گیا ہے۔ اب آپ یہیں رہیں، انہیں تلاش کریں اور انہیں ساتھ لے کر عرفات آجائیں!

میں نے کہا: جی اچھا! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

زائرین نے انتہائی افسوس اور دکھ سے میری جانب دیکھا۔ میں نے بھی انتہائی حسرت بھری نظروں سے ان کی جانب دیکھا اور ہوٹل سے باہر آگیا۔ لیکن میرا دل مطمئن تھا جیسے مجھے مذکورہ گمشدہ شخص جلد ہی مل جائے گا۔ پہلے میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے مزار پر گیا، سورہ حمد کی تلاوت کی۔ اس کے بعد مسجد الحرام کی طرف رخ کرکے امام عصر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: یاابن رسول اللہ علیہ السلام! مجھے یقین ہے آپ ان دنوں اسی پاک سرزمین پر موجود ہیں، مجھ پر عنایت کیجئے تاکہ میں اپنے کھوئے ہوئے شخص کو جلدی ڈھونڈ سکوں۔

میں نے اتنا کہا اور مسجد الحرام کی طرف چلتا بنا۔

ان دنوں گاڑیاں بہت کم ہوا کرتی تھیں۔ اکثر حاجی لبیک کہتے ہوئے اور پاپیادہ ہی منا اور عرفات کی طرف سفر کرتے تھے۔ ایک طرف تو میں گمشدہ حاجی کو صحیح طور سے پہچانتا نہیں تھا، دوسری طرف اگر وہ معمولی لباس میں ملبوس ہوتا تو شاید اسے ڈھونڈنے میں آسانی رہتی لیکن اب تو تمام لوگ محرم ہو چکے تھے۔ سب کے لباس سفید تھے اور شخص مذکور کا ڈھونڈنا مشکل۔

اس زمانے میں ایک دستہ تشکیل دیا گیا تھا جو کھوئے ہوئے لوگوں کو تلاش کرتا تھا۔ میں نے اس دستے سے رجوع کرکے اسے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے میرے ساتھ

انتہائی برا رویہ اختیار کرتے ہوئے مجھ سے کہا: آپ کو چاہیے کہ آپ منی جا کر گمشدگان ڈھونڈنے والے دستے سے رجوع کریں۔ میں مایوس ہو گیا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔

میں اسی طرح ابو سفیان کے بازار سے مسجد الحرام کی طرف جاتا تھا اور کبھی کبھار زیر لب لبیک کہتا جاتا۔ ابھی تھوڑا ہی دور گیا ہوں گا کہ میں نے اپنی طرف دو افراد کو آتے دیکھا جن میں سے ایک کا قد بڑا اور چہرہ نہایت خوبصورت تھا جس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ جب میں تھوڑا اور قریب گیا تو مجھے نوے فیصد یقین ہو گیا کہ ان دونوں میں سے ایک وہی سادہ کا رہنے والا گمشدہ حاجی ہے! میں نہایت تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور دیکھا کہ میرا اندازہ صحیح تھا۔ میں چاہتا تھا کہ سخت الفاظ میں اس شخص سے بات کروں کہ اچانک میری نظر دوسرے صاحب پر پڑی جو اشارے سے مجھے خاموش رہنے کو کہہ رہے تھے یعنی ایک طرح وہ مجھے یہ بتانا چاہ رہے تھے کہ دیکھو! تم احرام کی حالت میں ہو، اس لئے محتاط رہو! انہوں نے مجھ سے پوچھا: یہ آپ کا حاجی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! اس کے بعد میں نے اس حاجی سے پوچھا: آپ کہاں رہ گئے تھے؟ اس نے کہا: میرے جوتے گم ہو گئے تھے، میں انہیں ڈھونڈنے چلا گیا تھا، لیکن نہیں ملے اس لئے اب بھی ننگے پیر ہوں۔

یہ دیکھ کر کہ تمام معاملہ نہایت خوبی سے حل ہو گیا ہے میں انتہائی خوش اور مطمئن تھا۔ لیکن مجھے یہ دکھ دامنگیر ہو رہا تھا کہ کاروان آگے نکل گیا ہے اور مجھے اس زائر کے ساتھ عرفات جانا ہوگا وہ بھی ایسے عالم میں کہ ایک طرف تو میرے پاس کوئی گاڑی نہ تھی، دوسری طرف راستے پر کافی ہجوم تھا جنہیں طے کرنا کوئی آسان نہ تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مجھے اپنے کاروان کا پتہ بھی معلوم نہیں تھا۔ بہر حال ہم نے خدا سے مدد مانگی اور آخر کار ہمیں ایک گاڑی مل گئی جس میں سوار ہو کر ہم اپنے منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگے۔

دوسرے مسافروں کو عرفات میں اپنا ٹھکانہ معلوم تھا اور وہ بالکل صحیح جگہ اترتے تھے، لیکن مجھے کچھ معلوم نہیں تھا، ڈرائیور بھی اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں نے ایک دو بار ڈرائیور کو تھوڑا آگے جانے کو کہا، اس نے میرے کہنے پر عمل کیا لیکن تھوڑی دور جا کر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں اس نے کہا کہ میں یہاں سے آگے نہیں جا سکتا۔ اس لئے ناچار ہمیں گاڑی سے اترنا پڑا۔ یہاں اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ ایرانیوں کا مطّوف "محمد علی امان" ہے۔ اچھا ہے اگر میں پہلے اسے ڈھونڈوں اور اس کے ذریعے اپنے خیموں تک پہنچ جاؤں۔ ابھی میں انتہائی بے چینی سے بینرز وغیرہ پڑھ رہا تھا کہ اچانک میری نظر پرانے سربراہ جناب عسکری پر پڑی جو اپنے خیمے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ جب میرے پاس آیا تو پوچھنے لگا: ہمارے خیمے کہاں ہیں؟ میں نے دیکھا کہ وہ سربراہ ہوتے ہوئے اپنے خیمے نہیں ڈھونڈ پا رہا تو میں کیسے اپنے خیموں تک پہنچ سکوں گا! امید آور نقطہ یہ تھا کہ مجھے اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ ایرانیوں کے خیمے آس پاس ہی ہیں۔ جب ہم کچھ اور قریب آئے اور ایرانیوں کے خیموں کے پاس پہنچ گئے تو دیکھا کہ تیسرا خیمہ ہمارے کاروان کا تھا۔ جب ہم خیموں کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ہمارا کاروان بھی ابھی ابھی پہنچا ہے اور ابھی تک انہوں نے اپنا سامان بھی ٹھیک طرح سے نہیں رکھا۔ ایک عجیب و غریب خوشی کی لہر نے میرے تمام وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا اور میں تہہ دل سے امام زمانہ علیہ السلام کی عنایت اور مہربانی کا شکریہ ادا کرنے لگا۔"

مِنیٰ میں:

طرقبہ مشہد کے امام جمعہ حجت الاسلام والمسلمین جناب عطائی خراسانی یوں بیان کرتے ہیں:

"سن ۱۳۷۱ھ۔ش۔ کو مجھے حاجی تقی امیدوار کے ساتھ کاروان کے روحانی کے عنوان سے حج کی زیارت سے شرف یابی کا موقع ملا۔ مسافرین کی ایک بڑی تعداد کا تعلق "راتکانِ مشہد" سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع "گرو" نامی گاؤں سے تھا جبکہ باقی کا تعلق مشہد مقدس سے تھا۔ ان دیہاتی لوگوں کے درمیان ایک سادہ لوح شخص بھی تھا جو اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔ اسے بمشکل اپنا نام یاد آتا تھا۔ میں نے اس کے ہمراہ آئے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ایسی حالت میں اس کے لئے حج کا فریضہ انجام دینا ممکن نہیں، لیکن اس کے بھتیجوں نے کہا: ہم اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کریں گے۔ میں نے بڑی مشکل سے اسے احرام کی نیت اور لبیک کے الفاظ یاد کرائے، اس نے عمرہ تمتع انجام دیا۔ اس کے بعد پہلے ہم عرفات اور پھر مشعر آئے۔

میں نے اسے آدھی رات کے بعد منی کی طرف جانے والی عورتوں، چند معذور لوگوں اور ایک خادم کے ساتھ روانہ کردیا۔ صبح جب میں خیموں میں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ جمرات کے مقام پر پہنچنے کے بعد کل رات سے لاپتہ ہے۔ اس کی تلاش شروع کردی گئی۔ چونکہ نہ تو اسے اپنا نام یاد تھا اور نہ اس کے پاس اس کا کارڈ تھا۔ اس لئے ساری تلاش بے فائدہ ہی رہی۔ رات ہوگئی۔ جب میں مغرب کی نماز جماعت کی صورت میں پڑھا چکا تو ایک زائر میرے پاس آکر کہنے لگا: حضور! آپ پریشان نہ ہوں، وہ لوٹ آیا ہے۔ میں خوش ہوگیا۔

عشاء کی نماز اور مجلس کے بعد میں نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا: کہاں تھے؟ تمہیں کون یہاں لایا؟ اس نے کہا: میں جمرات کے قریب بے حال پڑا تھا، چند منٹ ہوئے ایک آدمی میرے پاس آیا جو میرا نام بھی جانتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: اٹھو! میں تمہیں تمہارے خیمے تک لے چلوں۔ جیسے ہی میں اٹھا، دیکھا کہ یہاں ہوں۔ اس نے کہا: اپنے خیمے کے اندر جاؤ!"

جی ہاں! اس کا چہرہ نورانی ہو گیا تھا۔ سب اس کے نورانی چہرے کی طرف دیکھنا چاہتے تھے۔ سب جان گئے تھے کہ اس پر حضرت بقیۃ اللہ نے عنایت کی ہے۔ اسے کاروان کے اندر ایک خاص احترام حاصل ہو گیا۔ اس کے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک کہتا تھا کہ اس مرد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسے معلوم نہیں گناہ کیا ہے! ابھی تک وہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا اور ہر چند کہ اس کے ہوش ٹھکانے نہیں، لیکن اس کے باوجود جب بھی اذان کی آواز سنتا ہے، نماز پڑھنے کے لئے مسجد جاتا ہے۔ اکثر اوقات اسے مسجد میں سب سے پہلے داخل ہونے اور اول وقت نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

وہ اب بھی زندہ ہے اور رادکان مشہد کے نزدیک گرہ نامی گاؤں میں زندگی گزارتا ہے۔ اس سفر میں آخر تک تمام زائرین انتہائی خوش تھے اور لحہ لحہ حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف سے ان کا توسل شدت اختیار کرتا جاتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ جس انسان نے اس شخص کو خیموں تک پہنچایا یا تو خود بقیۃ اللہ علیہ السلام تھے یا ان کا کوئی قریبی ساتھی اور دوست۔

(اللھم ارنی الطلعۃ الرشیدۃ والغرۃ الحمیدہ)

چھٹا باب

مختلف یادیں

مختلف یادیں:

اس باب میں ہم خانہ خدا کے مختلف زائرین کی یادداشتوں کا ذکر کریں گے۔ یہ یادداشتیں کسی خاص موضوع سے مخصوص نہ ہونے کے باوجود انتہائی دلچسپ اور سبق آموز ہیں اور ایک طرح اس کتابچے کے موضوع سے ہم آہنگ ہیں:

تمہیں کوئی خطرہ نہیں:

سن ۱۳۷۰ھ۔ش۔ حاجی احمد آغا خمینی (رضوان اللہ تعالی علیہ) کی حجاج کی سرپرستی سے استعفی کے بعد مقام معظم رہبری آیت اللہ خامنہ ای صاحب نے یہ ذمہ داری میرے سپرد کردی۔ وہ بھی ایسی حالت میں کہ حج کی طرف حجاج کے پہلے دستے کے سفر میں صرف ۴۴ دن باقی تھے اور اس مختصر سے عرصے میں تمام سیاسی پالیسیاں اور انتظامات انجام دینے تھے۔

دوسری طرف سن ۱۳۶۶ھ۔ش۔کے خونیں المیے میں چار سو ایرانی زائرین کی شہادت اور اس المیے کے پیش نظر تین سال تک ایرانی حجاج کی مکہ مکرمہ جانے پر پابندی جیسے اسباب کی موجودگی اس سال ایرانی حجاج کی طرف سے ایک آرام اور آبرومندانہ حج بالخصوص برائت کے مراسم کی ادائیگی کے راستے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی جس کے بیان کا

یہ موقعہ نہیں۔ یہی کہنا کافی ہے کہ جب میں نے سفر سے پہلے جناب موسوی خوئینیہا سے (جو امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک عرصے تک حجاج کے سرپرست تھے) ملاقات کی، اس حالت میں آبرومندانہ حج کی ادائیگی کو کسی طرح معجزہ سے کمتر نہیں سمجھتے تھے۔

آخر کار، جب مجھے حجاج کی سرپرستی سونپی گئی تو مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ خطروں کو سوچ کر میں بہت پریشان تھا۔ شاید ابھی اس ذمہ داری کو دو یا تین دن گذرے ہوں گے کہ ایک دن دوپہر کے وقت جب میں سونے کا ارادہ کر رہا تھا اور ابھی ابھی اپنا سر تکیہ سے لگایا تھا کہ ہاتف غیبی نے اس مضمون کا جملہ کہا: "اس سال کوئی خطرہ در پیش نہیں ہوگا!"

اس ذہنی بحران میں یہ بشارت میرے لئے کافی امید بخش ثابت ہوئی۔ خدا کے فضل سے دشمنوں کی چالوں اور دوستوں کی ناامیدی کے باوجود، اس سال حج ابراہیمی کا معرکہ اس عجیب اور معجزانہ طور پر (جس کی طرف امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے سن ۱۳۶۷ کے اپنے حج کے پیغام کے آغاز[۱] میں اشارہ کیا تھا اور اس کی بشارت دی تھی) انتہائی پرسکون لیکن پرشکوہ انداز میں انجام پایا کہ اس کا تذکرہ "سن ۱۳۷۰ ھ۔ ش۔ میں حج کے احوال" میں بھی آیا ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب میں نے بدھ کے دن ۱۲ / ۴/ ۱۳۷۰ کو روضہ نبویؐ میں صبح کے فریضے سے فارغ ہو کر اور اپنی قیام گاہ لوٹ کر آرام کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنا سر تکیہ پر رکھا تو پھر ہاتف غیبی نے یہ جملہ کہا: "اگلے سال کے مراسم بہترین اور بے مثال ہوں گے!"

۱۔ سن ۱۳۶۷ ھ۔ ش۔ میں برگزار نہ ہونے والے حج کے بارے میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام سورہ فتح کی آیت نمبر ۲۷ یعنی: (لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ) سے ہوتا ہے۔

حج کے سیاسی واقعات سے مکمل آگاہی رکھنے والے لوگ بھی یہ بشارت دینے سے قاصر تھے۔

اور اگلے سال بھی خدا کے فضل و کرم اور امام زمانہ علیہ السلام کی عنایت سے یہ بشارت سچ ثابت ہوئی اور سن ۱۳۷۱ ھ۔ ش۔ میں انجام پانے والے ایرانیوں کے حج کے مراسم واقعی بہترین اور بے نظیر تھے۔[1]

ساوہ کے بیمار کی شفاء کا واقعہ:

یہ سن ۱۳۵۸ ھ۔ ش۔ کا واقعہ ہے۔ میں پہلی بار حج کا شرف حاصل کر رہا تھا۔ اس سفر کے دوران میں کاروان کا روحانی تھا۔ ہمارے کاروان کا تعلق ساوہ سے تھا۔ ہمارے کاروان میں ساوہ ہی سے تعلق رکھنے والا تقریباً ساٹھ سال کی عمر کا ایک بوڑھا بھی تھا جو شدید دمے کی بیماری میں مبتلا تھا۔ عرفات میں پڑاؤ کے بعد ہم بہت مشکل سے مشعر پہنچے۔ نماز صبح کے بعد ہمیں منا میں ایرانیوں کے خیموں تک پیدل سفر کرنا تھا۔ ہر کوئی اپنا ذاتی سامان اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ شخص بھی نہایت بیماری کی حالت میں اپنا سامان اٹھائے ہمارے ساتھ پاپیادہ روانہ ہوا، ہم نے بڑی مشکل سے منا تک سفر کیا۔ لیکن وہاں ہمیں ایرانیوں کے خیمے نظر نہیں آئے۔ شدید گرمی ہم دوپہر تک مارے مارے پھرتے رہے۔ دوپہر کے قریب جا کر ہمیں اپنی جگہ نظر آئی اور تھوڑا سا پانی اور خاکشیر پینے کے بعد ہم جمرۂ عقبہ کے رمی کے لئے منا پہنچے۔

واپسی پر وہ شخص کہیں راستے میں کھو گیا۔ کئی دن بعد اس نے مجھے اپنی داستان یوں سنائی:

۱۔ سن ۱۳۷۱ھ۔ ش۔ کے حج کے مراسم کا احوال "سن ۱۳۷۱ھ۔ ش۔ میں ابراہیمی کاروان کے ساتھ" میں آیا ہے۔

" قافلے سے بچھڑ جانے کے بعد میں بہت رویا یہاں تک کہ میری حالت غیر ہو گئی۔ آخرکار مجھے اپنے خیمے نظر آئے اور میں واپس لوٹ آیا۔ تھکاوٹ اتنی ہو گئی تھی کہ آتے ہی میں سوگیا۔ خواب میں میں نے ایک بزرگوار سید کو دیکھا کہ خیمے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں دودھ کا پیالہ تھا جو انہوں نے میرے حوالے کیا۔ میں نے پیالہ لیا اور اس میں موجود تھوڑا دودھ پی گیا۔ اچانک میری آنکھ کھُل گئی۔ میرا پورا بدن پسینے پسینے ہوا جارہا تھا۔ اچانک مجھے الٹی آنے لگی۔ میں واش بیسن پر گیا۔ میرے گلے سے ایک عجیب سی گندگی خارج ہوتی رہی اور اس کے بعد سے اب تک میری حالت بالکل ٹھیک ہے۔"

جہاں تک مجھے یاد ہے، وہ جب تک ہمارے ساتھ رہا، پھر کوئی دوا استعمال نہیں کی۔

کعبہ کے پاس دعا کی قبولیت:

حجت الاسلام والمسلمین جناب حاجی سید جواد علم الہدی بیان کرتے ہیں:

" میرے چچا حاجی اکبر آغا نجفی مرحوم (رضوان اللہ علیہ) اپنے والد کے ساتھ زاہدان کے راستے کوئٹہ اور ممبئی گئے۔ انہیں ایک مہینے تک انتظار کرنا پڑا جب تک ایک کشتی وہ ایک کشتی میں (جس میں ۱۵۰۰ مسافر سوار تھے اور جو دس دن تک سفر میں رہنے کے بعد) جدہ پہنچے۔ وہ کہتے ہیں: "مکہ میں میرے پیسے ختم ہوگئے۔ چونکہ ہر شخص صرف اپنی ضروریات کے مطابق پیسے لایا تھا، اس لئے کوئی کسی دوسرے کی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا میں خانہ کعبہ کے پاس گیا اور عرض کیا: " میرے پیسے ختم ہو چکے ہیں، یا تو مجھے اپنے پاس رکھیں یا اگر مصلحت ہے تو مجھے پیسے دے دیجئے تاکہ میں واپس لوٹ سکوں۔" اس زمانے میں مطوف جناب محمد علی غنام تھے اور ہم بھی مسافر تھے۔ اس نے مجھ سے کہا: اگر اندر گرمی اور مچھر زیادہ ہیں، تو میں باہر چارپائی لگاتا ہوں، باہر سویئے۔ ہم سب باہر سوئے۔ مجھے یاد نہیں میں سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا، تمام چراغ بجھا دیئے جا چکے تھے، ہر

طرف اندھیرا تھا۔ میرے آس پاس بھی کوئی نہیں تھا۔ اسی عالم میں مجھے اپنی عباء کے نیچے سکوں کی تھیلی کا احساس ہوا لیکن چونکہ اس وقت مجھ پر غنودگی طاری تھی اس لئے میں اس پر توجہ نہ دے سکا۔ اگلے دن جب جاگا تو مجھے اس تھیلی میں گیارہ عثمانی سونے کے سکے ملے اور اس طرح میری مشکل دور ہو گئی!"

ایک جوان زائر کی پیش گوئی:

وہ یوں کہتے ہیں:

"جناب محقق جن کا تعلق رفسنجان سے تھا اور جو شہید مطہری ہائی اسکول کے ٹیچر تھے، حج کے سفر کے بارے میں ایک کہانی سنایا کرتے تھے۔ یہ اس زمانے کی کہانی تھی جب حجاج مدینہ میں باغ صفا میں رہتے تھے۔ وہ کہتے تھے: میں باغ صفا میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ تمام عورتیں ایک بوڑھی عورت جسے لو لگ گئی تھی، کے گرد جمع تھیں اور اسے خاکشیر پلا رہی تھیں اور اس کے چہرے پر برف کے ٹکڑے رگڑ رہی تھیں۔ اس زمانے میں آج کل کی طرح ڈاکٹر نہیں تھے اور ایرانیوں کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہیں تھی۔

بوڑھی عورت کا بیٹا جو حرم سے واپس لوٹ رہا تھا، اپنی والدہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولا: "اماں! آپ مشعر الحرام جائیں گی۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔" لوگوں کی بوڑھی عورت کی مدد کی اور اس کی حالت سنبھل گئی لیکن میری نظر اس کے بیٹے پر تھی کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ اس کی حالت عجیب تھی۔ صبح تک مشعر ہمارے پاس تھا۔ جس رات ہم مشعر میں تھے، وہ پوری رات تسبیح ہاتھوں میں تھامے ادھر ادھر چہل قدمی کرتا رہا۔ لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے بھی ان کے درمیان نہیں تھا۔ صبح کی نماز کے بعد جب سب لوگ گاڑی میں سوار ہو رہے تھے تاکہ سورج نکلنے سے پہلے پہلے مشعر میں وارد ہو سکیں۔ حاجیوں کو سوار کرتے وقت ایک لمحے کو میری توجہ اس جوان پر سے

ہٹ گئی۔ میں گاڑی سے اترا اور اسے ڈھونڈنے لگا لیکن اس کا کوئی نشان نہ تھا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں گاڑی کی پچھلی جانب گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سڑک بنانے کے لئے نکالی ہوئی نہر کے پاس اس نوجوان نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی ہے جبکہ اس کے ہاتھ میں تسبیح اور اس کا رخ قبلے کی طرف ہے۔

حضرت ام البنین علیہ السلام سے متوسل ہونا:

حجت الاسلام والمسلمین جناب حاجی سید جواد گلپایگانی نقل کرتے ہیں کہ: جناب شیخ عباس عاشوری صاحب نے جن کا تعلق اہل علم لوگوں سے ہے، دو سال قبل مجھے مدینہ میں ایک داستان سنائی، انہوں نے کہا:

"۲۵ سال پہلے میں گلے کے کینسر میں مبتلا ہوا اور علاج کے لئے تہران آیا۔

حاجی غلام مس فروش جس سے مکہ کے سفر کے دوران آشنائی ہوئی، علاج کے لئے مجھے اسپتال لے گئے۔ اس وقت آج کل کی طرح کینسر سے بچنے کے لئے گلہ نکالنے کا تصور نہیں تھا۔ کینسر نے میری آواز کے تار متاثر کردیئے اور میں بات کرنے کی طاقت کھو بیٹھا۔ ڈاکٹروں نے مجھے لاعلاج قرار دیتے ہوئے کہا: "ہم کچھ نہیں کرسکتے۔" اس طرح میں واپس بندر عباس چلا گیا۔

ہر سال نویں محرم کی رات امام بارگاہ میں ہم حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام کے لئے مجلس برپا کرتے تھے۔ مجلس پڑھنے والا میں ہوا کرتا تھا۔ یہ بہت اچھی اور مفصل مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ اس بار آٹھویں محرم کے دن عصر کے وقت میں مقرم کی کتاب "العباس" کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کتاب میں لکھا تھا: "اگر کوئی شخص کوئی حاجت رکھتا ہے تو حضرت ابوالفضل العباسؑ کی والدہ ام البنینؑ سے متوسل ہوجائے، ہفتہ یا اتوار کے دن ان کے نام پر نیاز بانٹے اور روزہ رکھے، اس کی حاجت پوری ہوجائے گی۔"

یہ پڑھتے ہوئے میں دل ہی دل میں حضرت ام البنین علیہ السلام سے متوسل ہو گیا اور نیاز بانٹی۔ اٹھا اور مغرب و عشاء کی نماز ادا کی۔ چونکہ اس سال میں منبر نہیں پڑھ سکتا تھا اس لئے سوچا کم از کم مجلس میں شرکت ہی کرلوں۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا اور لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے رونا شروع کر دیا کیونکہ میں بالکل بھی نہیں بول سکتا تھا۔

انہوں نے مجھے سامعین کی صف میں جگہ دی۔ میں نہیں جانتا وہ کون سی طاقت تھی جس نے مجھے اپنی جگہ سے بلند کیا اور منبر کی طرف لے گیا۔ میں منبر کے اوپر گیا۔ وہاں موجود لوگوں پر ایک نظر ڈالی اور کہا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اس کے بعد دو گھنٹے تک مجلس پڑھتا رہا۔ وہ دن اور آج کا دن میں ہر نویں محرم کو مجلس پڑھا کرتا ہوں۔"

حضرت ام البنین علیہ السلام کی ایک اور کرامت:

حجت الاسلام جناب حبیب اللہ یوسفی (کاروان کے روحانی) نے اپنی یادداشت مجھے لکھ بھیجی، جس میں انہوں نے لکھا:

"میں سخت بیمار ہوا، اتنا بیمار کہ گاڑی میں جو ہمیں مدینے لے جارہی تھی، شدت درد سے تڑپنا شروع کر دیا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد ہم نے دارالسمان میں سکونت اختیار کرلی۔ میں نے فی الفور اسی عمارت میں موجود کلینک سے رجوع کیا اور (pain killer) انجکشن لگوانے کے بعد تھوڑا آرام آیا۔ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق درد کی اصل وجہ مثانے میں پتھری کی موجودگی تھی جس کا علاج صرف آپریشن سے ممکن تھا اور مجھے ہر حال میں ایران واپس لوٹنے تک اس درد کو برداشت کرنا تھا کیونکہ مدینہ اور مکہ میں آپریشن کا کوئی امکان نہیں تھا۔ پھر بھی انہوں نے مجھے ایک ایران اسپتال کا پتہ دیا۔ اگلے دن میں وہاں چلا گیا۔ انہوں نے بھی یہی کچھ کہا اور مجھے مجبوراً اس درد کو برداشت کرنا تھا۔ ہوتے ہوتے مجھے اس درد کی عادت ہونے لگی اور جب کبھی شدت زیادہ ہوتی تو میں پین کلر کے

ساتھ ایک مخصوص مدت کے لئے اس درد سے چھٹکارا پا لیتا۔ میرے لئے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا تھا لیکن کبھی کبھار حرم تک چلا جاتا۔

ایک رات ۱۰ بجے کے قریب میں حرم سے باہر آیا اور تقریباً ۱۲ بجے تک بقیع کی پچھلی طرف زیارت اور نوحہ خوانوں کے نوحے سننے میں مشغول رہا۔ رات کا آخری پہر تھا اور میں آہستہ آہستہ جناب ام البنین علیہ السلام کی قبر مبارک پر گیا اور اس بی بی علیہ السلام سے متوسل ہوگیا۔ اپنا سر بقیع کے زینوں پر رکھے اشک بہا رہا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد میں پیغمبر اکرمؐ کی قبر مبارک کی طرف جانے لگا۔ وہاں ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ کر اپنے درد اور تکلیف پر رونے لگا۔ میں نے روتے روتے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ تو جانتے ہیں کہ میں یہاں آپ کے زائرین کی خدمت کے لئے آیا تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں یہاں سے ایک سخت بیماری کے ساتھ واپس لوٹ جاؤں!

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہاں سے اٹھ کر اپنی سرائے کی جانب جانے لگا۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے مجلس پڑھ رہا ہوں اور لوگ زار و قطار رو رہے ہیں اور لوگوں کے ساتھ ساتھ میں خود بھی رو رہا تھا۔ اذان کی آواز کانوں سے ٹکرائی تو میری آنکھ کھل گئی۔ وضو کرنے اور نماز ادا کرنے کے بعد میں ایک بار پھر سوگیا۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے جب میں نیند سے جاگا اور ناشتے کے بعد میں اور حاجی روحانی (میں جن کے ہاں رہ رہا تھا) بعثہ رہبری (فندق الدخیل) کے دفتر گئے اور ظہر کی نماز کے بعد حرم سے واپس اپنے گھر آئے۔ جب میں گھر پہنچا تو مجھے یاد آیا کہ آج میری حالت بالکل ٹھیک تھی اور میں نے کوئی درد محسوس نہیں کیا اگرچہ آج میں کافی دیر تک ادھر ادھر پھرا ہوں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اس دن کے بعد مجھ میں دوبارہ اس بیماری کی علامات ظاہر نہیں ہوئیں اور میں نے پھر کبھی کسی ڈاکٹر سے رجوع نہیں کیا۔"

بیس بار تشرف کی درخواست:

مذکورہ شخص ایک اور داستان کچھ اس انداز سے بیان کرتا ہے:

یہ سن ۱۳۶۰ ہ۔ش۔ کا واقعہ ہے۔ میں کاروان کے خدمتگزار کی حیثیت سے حج کی زیارت سے شرف یاب ہوا۔ اس وقت تک میں نے روحانیت کا لباس نہیں پہنا تھا۔ چونکہ میں عربی زبان سے آشنا تھا اس لئے کاروان کے سرپرست نے بندہ حقیر کو دوسرے چند لوگوں کے ہمراہ باقی کاروان سے پہلے روانہ کر دیا۔ ہم پہلے مدینہ گئے، پھر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے، مسجد شجرہ سے مکہ تک میں مسلسل ذکر میں مشغول رہا اور کعبہ اور مسجد الحرام کو دیکھنے کے لئے گھڑیاں گن رہا تھا۔ جب ہم باب ابراہیم سے داخل ہوئے اور میری نظر کعبہ پر پڑی، تقریباً دس منٹ تک دم بخود کھڑے ہو کر اشک بہاتا رہا۔ اس کے بعد ہم نے کعبے کا طواف کیا۔ طواف کے بعد نماز ادا کی اور نماز کے بعد کوہ صفا کی طرف دوڑ لگائی۔ دوسرے دوستوں کے ساتھ کوہ صفا پر بیٹھ گئے اور سب نے دعائیں پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے اس حالت اور اسی جگہ خدا کے حضور عرض کیا: "اے خدا! میں اس حرم اور کعبہ کو بہت چاہتا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ کم از کم بیس بار یہاں آؤں۔ میں دعا مانگ رہا تھا اور مجھے ہرگز دوسری مرتبہ آنے کی امید نہیں تھی، کیونکہ میرے پاس دوسری مرتبہ آنے کے پیسے بالکل نہیں تھے۔ لیکن لگتا ہے میری دعا قبول ہوگئی کیونکہ اگلے سال رشتہ داروں میں سے ایک نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنے والد صاحب کا نائب بنا کر حج کی زیارت کے لئے روانہ کروں۔ کیا آپ ایسا کرنا چاہیں گے؟ میں نے کہا: یقیناً۔ انہوں نے میرے نام کی رجسٹری کے پیسے دیئے۔

اگلے سال یعنی سن ۶۲ کو مجھے زائر کے طور پر حج کا شرف حاصل ہوا، سن ۶۳ کو میں بنیاد شہید کے وسیلے سے فدائی گروہ کے نمائندے کی حیثیت سے حج کا شرف حاصل کیا۔ سن ۶۵ اور سن ۶۶ کو معین کے طور پر اور سن ۷۷ تک تقریباً ۱۰ بار حج سے مشرف ہو چکا

ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا اور خداوند تعالی کے کرم سے مجھے باقی ماندہ سفر بھی نصیب ہوں گے۔ لیکن میں صرف اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بیس سفر کے بعد شاید مزید بلاوا نہ آئے اس لئے ہمیشہ خدا سے درخواست کرتا رہتا ہوں کہ خدایا! میں نے کہا تھا "کم سے کم بیس"، اب زیادہ سے زیادہ کا تعلق آپ کے لطف و کرم سے ہے!"

بن مانگے کی نعمت:

حجت الاسلام والمسلمین جناب قرائتی کہتے ہیں:

"جس زمانے میں منی اور عرفات میں پائپ لائنیں نہیں بچھی تھیں اور پانی ڈرم میں ذخیرہ اور گرم کیا جاتا تھا، ایک سال میں حج کی زیارت سے مشرف ہوا۔ منا کے مقام پر میں اپنے خیموں سے دور ہوگیا۔ ہوا میں بلا کی گرمی تھی اور مجھے بھی غضب کی پیاس لگ رہی تھی۔ ایک شخص نے مجھے دیکھا اور حال احوال کے بعد پوچھا: "کیا ڈھونڈ رہے ہیں؟" میں نے کہا: "میں کھو گیا ہوں، کوشش کے باوجود اپنی سرائے نہیں ڈھونڈ پارہا۔" اس نے دوبارہ پوچھا: "اچھا تو اب کیا چاہتے ہو؟" میں نے مذاقاً کہا: "ٹھنڈے پانی سے نہانا اور یزدی انار چاہتا ہوں!"

وہ میرا ہاتھ لے کر مجھے ایک خیمے میں لے گئے جو بعد میں معلوم ہوا کہ جناب انجنیئر شہرستانی کا تھا، اور انجنیئر صاحب کے کان میں کچھ کہا۔ اس نے بھی میری آؤ بھگت کی۔ اس نے اپنے خیمے میں فوارے کا انتظام کیا گیا جس کے نیچے جا کر میں نے اپنے بدن پر ٹھنڈا پانی ڈالا اور میری ساری توانائی بحال ہوگئی۔ جب میں نے انہیں خدا حافظ کہنا چاہا، اس نے ایک انار میرے سامنے رکھتے ہوئے قسم کھائی کہ یہ یزدی انار ہے۔ یہ میرے لئے ایک نامتوقع اور انتہائی دلچسپ واقعہ تھا۔"

منیٰ میں گمشدہ شخص کی امداد:

حجت الاسلام والمسلمین جناب محمد کاظم راشد یزدی کہا کرتے تھے:

سن ۱۳۴۸ھ۔ش۔ یعنی جس زمانے میں مجھے حج کی زیارت سے شرف یابی کا موقع ملا، مشعر سے مناتک کا سفر اور رمی جمعرات بہت مشکل ہوا کرتا تھا۔ افریقائی لوگ فجر کی اذان کے ساتھ ہی رمی کے لئے جاتے تھے اس کے بعد مسلخ (جو منی میں مشعر کے راستے پر واقع تھا) کے علاقے میں آتے تھے۔ اس باریک راستے میں مخصوصاً "سوق الحرب" نامی جگہ ہماری بسیں پھنس گئی اور ہم آگے نہ بڑھ سکے۔ ہر سال یہاں کوئی نہ کوئی ایکسڈنٹ ضرور ہوتا جو اس سال بھی ہوا۔ دونوں طرف سے لوگ آگے بڑھتے اور دباؤ ڈالتے رہے۔ رمی کے لئے جانے والے بے شمار لوگ اس ہجوم کی وجہ ثابت ہوئے۔ بہر حال ہم وہیں کے وہیں رہ گئے۔ معمولاً مشعر سے منی لوٹتے ہوئے اپنے خیموں میں جانے کی بجائے ہم سیدھا رمی جمرات کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔

اس زمانے میں مجھے کاروان کے روحانی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ میرے ساتھ یزد کے رہنے والے حاجی اسد اللہ نانبائی کی بیوی تھی جو عبادت، اخلاق اور تقوا بے نظیر ایک بوڑھی عورت تھی۔ اس کی نظریں کمزور تھیں، اس حد تک کہ کسی کو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کہیں لانا لے جانا ہوتا جو معمولاً اس کا اپنا شوہر حاجی اسد اللہ انجام دیا کرتا تھا۔ بسوں کے ٹریفک سے گزر کر تقریباً پانچ منٹ کے بعد لوگوں کے ہجوم میں یہ خاتون کھو گئی۔

اس سال آٹھ لوگ پاؤں تلے آکر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ میں اور میرے دوستوں میں سے ایک شخص مجبور ہوگئے کہ پہاڑوں کے راستے اپنے خیموں تک پہنچ جائیں۔ چار یا پانچ گھنٹوں اور زخمی ہونے کے بعد ہم اپنے خیموں تک پہنچ گئے، لیکن ابھی تک ہمارے کاروان کا کوئی اور فرد نہیں پہنچا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اچانک ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہی بوڑھی عورت خیمے کے پاس نہایت آرام سے صحیح وسالم بیٹھی ہوئی

ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ وہ کہاں تھی، اس نے کہا:

" مجھے یہاں لایا گیا، جب میں تمہیں نہیں دیکھ پائی تو کسی نے آکر کہا: پریشان مت ہونا، آؤ تاکہ میں تمہاری رہنمائی کر سکوں۔ اس نے میرا ہاتھ تھاما اور ابھی میں نے زیادہ سفر بھی نہیں کیا تھا کہ یہاں پہنچ گئی۔ میرے پاؤں میں درد تھا، لیکن اچھا ہوا کہ سفر بالکل بھی طویل نہیں تھا۔"

عجیب نکتہ یہ ہے کہ اس کی آنکھیں بھی بالکل ٹھیک ہو گئی تھیں اور کئی برس بعد بھی جب کبھی میں اس کا حال پوچھتا تو وہ کہتی: میری آنکھیں بالکل ٹھیک ہیں۔

یہ بات ہمارے لئے بہت عجیب تھی کہ اس دن جہاں لوگوں کے ہجوم میں مرد بھی اپنا راستہ ڈھونڈنے سے قاصر تھے، ایک بوڑھی عورت کس طرح صحیح و سلامت خیموں تک واپس پہنچ گئی۔ میں تو کہوں گا کہ یہ صرف بقیۃ اللہ – عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف – کی عنایت تھی جس نے اس پارسا عورت کو نجات دی!"

امام مجتبی علیہ السلام سے متوسل ہونا:

شہید محراب آیت اللہ اشرفی اصفہانی کے فرزند نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" میرے والد جناب شہید اشرفی اصفہانی زندگی کے آخری دن تک عینک کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے:

مدینہ کی طرف اپنے ایک سفر کے دوران میں آنکھ کے شدید درد میں مبتلا ہو گیا۔ درد کی شدت اتنی تھی کہ جب قبرستان بقیع کے اوپر سورج نکلتا تھا تو میں اپنی عبا اپنے سر پر ڈال لیا کرتا تھا تاکہ میں سورج کی روشنی کے نتیجے میں اپنی آنکھ میں اٹھنے والے درد سے محفوظ رہ سکوں۔ چونکہ وہاں کوئی ڈاکٹر نہیں تھا اس لئے مجبوراً مجھے ہر دن اپنی آنکھ چائے سے دھونی پڑتی۔ میں نے امام مجتبی علیہ السلام سے عرض کیا:

حضور! ہم طالب علم ہیں، اس لئے لازمی ہے کہ ہم سبق پڑھیں اور مطالعہ کریں...

ان کا یہ ماننا تھا کہ بقیع میں مدفون ائمہ کو صرف ان کی والدہ جناب فاطمہ علیہا السلام کی قسم دینی چاہیے چونکہ وہ اس معاملے میں بہت حساس ہیں۔ انہیں زہرا علیہ السلام کی مظلومیت کی قسم دی جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کہتے تھے: "میں واپس لوٹا، جب اگلے دن نیند سے بیدار ہوا تو گویا میری آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں۔" اس کے بعد ساٹھ سال تک انہیں عینک کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ یہ سلسلہ ان کی شہادت سے ایک مہینے پہلے تک جاری رہا کیونکہ اس آخری مہینے میں جنگ کے نتیجے میں جنم لینے والی مشکلات اور بے خوابی کے سبب ان کی آنکھوں میں ایک بار پھر درد شروع ہو گیا تھا۔ ایک دن امام خمینی (رہ) کے پاس جا کر کہنے لگے: امام مجتبی علیہ السلام نے ساٹھ سال تک میری آنکھیں بیمہ کر دیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ میری آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر انہیں تمام عمر تک بیمہ کر دیں۔

پہلے تو امام خمینی (رہ) انہیں ٹالتے رہے لیکن ان کے اصرار پر ان کی عینک اتاری اور ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی: (وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ)[۱] اور ان کی آنکھوں پر دم کر دیا۔ اسی وقت انہوں نے عینک جیب میں رکھی اور اپنی شہادت کے وقت تک پھر انہیں عینک کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: اس سید اور پیغمبرؐ کے نواسے نے جب سے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا ہے، مجھے اپنی آنکھوں میں بالکل درد محسوس نہیں ہوتا۔"

۱۔ اسراء: ۸۲

حضرت فاطمہ علیہاالسلام کی عنایت:

وہ کہتے ہیں:

"میری اہلیہ کا تعلق علوی سادات سے ہے۔ چھ سات برس ہوئے وہ شدید بیمار تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دے رکھا تھا اور اسے آخری عمر تک اس درد کے ساتھ جینا تھا۔ وہ اس درد اور بیماری کی وجہ سے بہت غمگین رہتی۔ رجب کے مہینے اور حضرت علی علیہ السلام کی میلاد مبارک کے دن ہم مشہد مقدس کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ جمعے کی رات ہم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے حرم ہی میں گزاری اور ہم نے امام علیہ السلام سے مانگا کہ وہ ہمیں رمضان کے مہینے میں عمرہ کی توفیق عنایت فرمائیں اور ہم نئے سال کے آغاز کے وقت مدینہ میں خود کو دیکھیں۔ میری اہلیہ نے بھی امام علیہ السلام سے اپنی بیماری اور پاؤں کے شدید درد کی شفا چاہی۔ فجر کی اذان کے بعد ہم ہوٹل (مدائن) پہنچے۔ ناشتے کے بعد وہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کی غرض سے سو گئی۔ جب گیارہ بجے کے قریب میں لوٹا تو دیکھا کہ وہ بہت غمگین ہے اور گریہ وزاری میں مشغول ہے، اس نے کہا:

"میں نے بی بی فاطمہ علیہا السلام کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: "تمہاری مرادیں پوری ہو گئیں"۔ میں نے خواب میں ایک باحجاب خاتون کو دیکھا جو کافی جوان تھی، انہوں نے فرمایا: "تم نے میرے بیٹے حضرت امام رضا علیہ السلام سے جو کچھ مانگا وہ قبول کر لیا گیا۔" میں نے عرض کیا: "میرے پاؤں میں شدید درد ہے۔ آپ کچھ عنایت کیجئے۔" انہوں نے فرمایا: "تمہیں اپنی حاجت لینے کے لئے مدینہ آنا ہوگا۔"

میری اہلیہ نے ان کے بقول عالم خواب میں التماس کرتے ہوئے ان خاتون سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور میرے ساتھ آپ کی نسبت کیا ہے؟ ان خاتون نے فرمایا: میں فاطمہ علیہاالسلام ہوں۔!

لہٰذا اس نے مجھ سے گزارش کی کہ اس سال جو بھی ہمیں حج کے لئے جانا چاہیے۔ معجزانہ طور پر اس کے سفر کے اسباب انتہائی آسانی سے ہوتے گئے۔ ۲۳ شعبان کو میں نے مقام معظم رہبری کے دفتر فون کرکے امور روحانیوں میں روحانیوں کے عمرہ کی مسافرت کے سربراہ سے بات کی۔ جب ان سے ملا، تو میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی انہوں نے کہا: جناب اشرفی! کیا آپ رمضان کے مہینے میں مکہ جانا چاہیں گے؟ میں نے ان کا جواب اثبات میں دیا اور انہوں نے فوراً حکم دیا کہ ناچیز کے نام کی رجسٹری کرلی جائے۔۔۔

جب ہم نے اپنا نورانی سفر آغاز کیا تو مدینہ میں حرم سے تھوڑے فاصلہ پر اچانک میری اہلیہ کے پاؤں کا درد شدت اختیار کرگیا اور انہیں ہر دس قدم چلنے کے بعد ایک بار کرسی (جو ان کے لئے آمادہ کرلی گئی تھی) پر بیٹھ جاتی اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پہلی رات بہت مشکل سے کٹی۔ لیکن دوسری رات میری اہلیہ نے کہا: "میں نے اپنی والدہ جناب فاطمہ زہرا علیہ السلام سے کہا کہ میری حاجت پوری کریں۔" جب میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اس نے بقیع کے قبرستان میں یہ دعا کی تو اس نے کہا: "باب جبرئیل کی طرف، میں نے اپنی جانماز بچھائی اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد اپنا سر دیوار سے لگایا اور عرض کیا: "آپ نے مجھے بُلایا اور میں نے آپ کی دعوت قبول کرلی۔"

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جب وہ وہاں سے لوٹی تو اس کے پاؤں کا درد ختم ہوچکا تھا، جیسے اسے کبھی پاؤں کا درد لاحق تھا ہی نہیں۔ کہتی تھی: "میں نے ایک رومال کو پہلے باب جبرئیل اور پھر اپنے پاؤں سے رگڑا۔"

اس وقت سے ابھی تک وہ مکمل طور پر تندرست ہے۔ ہم نے اس کی کرسی ایک طرف رکھ دی ہے۔ جب ہم ایران لوٹے تو ہمارے بیٹے حیرت زدہ رہ گئے تھے، کہتے تھے: یہ آپ نے کیسے کیا؟ میری اہلیہ کہتی تھی: میں نے اپنی والدہ بی بی فاطمہ الزاہرا علیہ السلام سے شفا طلب کی۔ اس کے بعد ان کے پاؤں کی کئی تصویریں لی گئیں اور تمام تصویروں کے

مطابق ان کے پاؤں میں کسی قسم کا نقص باقی نہیں رہا تھا۔ جب کہ مکہ جانے سے پہلے لی جانے والی تصویریں صاف طور پر ان کی بیماری کی وضاحت کرتی تھیں۔"

حضرت زہرا علیہا السلام کی ایک اور کرامت:

حضرت زہرا علیہا السلام کی کرامت کا ایک اور واقعہ ہمارے ساتھ کام کرنے والوں میں سے ایک کی والدہ کے ساتھ پیش آیا۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ پیش آنے والے یہ واقعہ کچھ اس انداز سے بیان کرتا ہے:

"یہ سن ۱۳۶۵ ھ۔ ش۔ کا واقعہ ہے۔ میں نے اپنے والدین کے ساتھ حج کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ میں دستے میں تھا اور میرے والدین کاروان کے ہمراہ تھے۔ ابھی مدینہ میں آئے ہوئے ان کو کچھ دن نہیں گزرے ہوں گے کہ میری والدہ پر فالج نے حملہ کرکے ان کے بدن کا آدھا حصہ ناکارہ بنا دیا اور اس کی زبان بات کرنے کی قوت گنوا بیٹھی۔ میں نے اپنی والدہ کو دستے کے اسپتال میں منتقل کر دیا اور ڈاکٹر متکلم (تہران کے شہید رجائی اسپتال میں دل کی بیماریوں کے شعبے کے سرپرست) نے ان کا علاج شروع کر دیا۔

والدہ ماجدہ کو اس حالت میں ۴۸ گھنٹے ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر نے مجھے بلا بھیجا اور کہا: آپ کی والدہ پوری طرح مفلوج ہو چکی ہیں اور کم سے کم چھ مہینے تک ان کو یہ حالت برداشت کرنی پڑے گی۔ اس کے بعد یا تو فزیو تھراپی اور دوسرے ورزشی ٹیسٹوں کے ذریعے ٹھیک ہو جائیں گی، یا ان پر فالج کا ایک اور حملہ ہوگا اور ان کے بدن کا دوسرا حصہ بھی مکمل طور پر مفلوج ہو جائے گا۔

اگلے دن جب میں مسجد نبوی سے باہر نکل رہا تھا تو بہت رویا اور فاطمہ علیہا السلام سے اپنی والدہ کی شفاء طلب کی۔ میں سہ پہر تین بجے تک مدینے کی گلیوں میں آوارہ آوارہ پھرتا رہا اور مجھ میں اسپتال جانے کی ہمت نہیں تھی۔ آخر ہمت کرکے اسپتال چلا گیا اور

جس کمرے میں میری والدہ تھی جیسے ہی اس کمرے میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ میری والدہ اٹھ بیٹھی ہیں اور اپنے ہاتھ پھیر ہلا رہی ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ رونے اور فریاد کرنے لگی: "مجھے شفاء مل گئی، مجھے شفاء مل گئی۔"

میں کے حیرت زدہ ہوگیا تھا، رونے لگا اور ڈاکٹر کے بلانے کے لئے دوڑ لگائی۔ جناب متکلم چند دوسرے لوگوں کے ساتھ وارڈ میں داخل ہوئے اور میری والدہ کی یہ حالت دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ جب میں نے ان سے پوچھا: ڈاکٹر صاحب! کیا یہ معجزہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا! لیکن جو بھی ہے بہت غیر فطری ہے!"

جب میرے ہوش و ہواس بحال ہوئے تو میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: کیا ہوا تھا؟

انہوں نے کہا: کل جب میں نے ڈاکٹر کی باتیں سنیں اور مجھے محسوس ہوا کہ اب مجھے تمام زندگی تم لوگوں پر بوجھ بن کر رہنا ہوگا تو میں دل ہی دل میں حضرت فاطمہ علیہا السلام سے اپنا دکھ درد بیان کرنے لگی: "اے نیک خاتون! میں نے اپنا بیٹا آپ کے حوالے کر دیا ہے۔ للہ یہاں سے واپسی پر انقلاب کے دشمنوں اور مخالفین کو مجھ پر ہنسنے کا موقع ہاتھ نہ آنے دیجئے!" اسی دوران مجھے نیند آگئی۔ نیند میں میں نے ایک باعظمت اور باشکوہ عورت کو دیکھا جو میرے تخت کے پاس آکھڑی ہوئی اور فرمایا:

"بیٹی! تم اتنی اداس کیوں ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت زہرا علیہا السلام! میں اپنے ساتھ پیش آنے والی مشکل کے لئے پریشان اور اداس ہوں۔ میری فالج کی بیماری تمام لوگوں کو زحمت میں ڈال دے گی اور میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ مجھے آخری عمر تک اس طرح نہیں جینا"۔

انہوں نے فرمایا:

"بیٹی! اپنے پاؤں ہلا!"

میں نے عرض کیا:

"حضرت زہرا علیہا السلام! مجھے فالج ہو گیا ہے! میں بات تک نہیں کر پاتی۔"

انہوں نے دوبارہ فرمایا: "اپنے ہاتھ پھیر ہلاؤ"۔

نیند ہی نیند میں میں نے اپنے ہاتھ پھیر ہلاؤنے شروع کر دیئے۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ پھیر بالکل ٹھیک ہو گئے ہیں۔

میری والدہ سن ۱۳۷۶ تک بقید حیات رہیں۔ اس دوران ان پر فالج کے چار حملے ہوئے جن میں صرف ان کا ہاتھ مفلوج ہو کر رہ گیا۔ کسی ایک حملے میں بھی ان کے پاؤں نے کام کرنا نہیں چھوڑا اور ان کے بقول انہیں زمین گیر ہو کر نہیں جینا پڑا۔ حتی کہ جس دن انہوں نے دنیا کو خیر باد کہا، اس سے ایک رات پہلے وہ مشہد جانے کے لئے اپنا سامان سمیٹ رہی تھیں۔

کبھی کبھار ہنستے ہوئے کہتی تھیں: "مجھ سے بڑی بھول ہو گئی کہ اس دن میں نے بی بی علیہا السلام سے صرف اپنے پاؤں کی شفاء مانگی، کاش میں ان سے اپنے پورے وجود کی سلامتی مانگتی۔"

ایک اور کرامت:

میں نے ذوالحجہ سن ۱۴۲۰ ہجری قمری بمطابق ۱۴ / ۱۲ / ۱۳۷۸ کو منا میں ایک شخص کو دیکھا جس نے مجھے بتایا:

"ہمارے کاروان میں ایک مفلوج عورت تھی، جو حضرت فاطمہ علیہا السلام کی عنایت سے معجزانہ طور پر ٹھیک ہو گئی"۔

روشنیوں سے بھرے ان ایام کے بعد میں نے اس موضوع پر تحقیق شروع کی اور دو دن بعد (۲۹ / ۱۲ / ۱۳۷۸) کے دن مغرب اور عشاء کی نماز اور فدائیوں کے کاروان کی

ملاقات سے فارغ ہو کر میں اس خاتون کے گھر گیا تاکہ اس موضوع کے بارے میں اس کی کہانی اسی کی زبانی سن سکوں۔

اس موقع پر وہاں موجود ڈاکٹر نے کہا:

"جب ہم عرفات سے مشعر آرہے تھے تو راستے میں ان پر فالج کا حملہ ہوگیا جس کی تصدیق معائنوں اور رپورٹس سے ہوئی۔ اس لئے انہیں سعودی عرب میں ایک اسپتال لے جایا گیا۔"

شفاء حاصل کرنے والی اس خاتون نے وہاں موجود لوگوں کو اپنی داستان ان الفاظ میں سنانی شروع کی:

"جب مجھے اسپتال لے جایا گیا، میں نے خدا سے دعا کرتے ہوئے کہا کہ اگر مجھے اسی حالت میں ایران لے جانا مقصود ہے، تو اس سے بہتر ہے میں یہیں مر جاؤں۔ اسی عالم میں میں نے اپنے اطراف میں چند نورانی چہرے دیکھے۔ میں نہیں جانتی وہ امام تھے یا فرشتے! ان میں سے ایک (گویا حضرت فاطمہؑ[۱]) نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا۔ مجھے اپنے بدن میں گرمی محسوس ہونے لگی۔ میں ٹھیک ہو گئی۔

ڈاکٹر آئے اور انہوں نے کہا: خدا نے تجھے شفاء عطا کی ہے..."۔

مزے کی بات یہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ اسی وقت ان کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں نے منی میں اس کی شفاء یابی کے لئے ایک مجلس کا اہتمام کیا تھا۔ ابھی مجلس ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اچانک انہوں نے اسی خاتون کو صحیح و سالم حالت میں مجلس میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ چونکہ انہیں اس کی بیماری کا علم تھا، اس لئے جب اس کی شفاء پانے کی داستان سنیں تو وہ تمام بہت روئے اور پوری مجلس پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی...

۱۔ جہاں تک مجھے یاد ہے اس نے حضرت فاطمہ علیہ السلام کا نام نہیں لیا۔

بیٹے کی شفاء:

مقام معظم رہبری کے دفتر میں موجود جناب اسماعیل اکرامی جو جناب جوادیان کے کاروان میں تھے، یوں کہتے ہیں:

"سن ۵۷ کو خدا نے مجھے ایک بیٹا عطا کیا، لیکن اسے کپڑے میں لپیٹتے وقت ہمیں احساس ہوا کہ وہ بہت بے قرار ہو جاتا ہے، تاہم جب ہم اسے کپڑے میں نہیں لپیٹتے تو اس کی حالت ٹھیک رہتی ہے۔

جب ہم اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو ڈاکٹر نے چند معائنوں کے بعد کہا کہ آپ کا بیٹا پاؤں کے حصے سے پیدائشی طور پر مفلوج ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں بچے کے پاؤں باندھنے کے لئے ایک مخصوص شے دیتے ہوئے کہا: آئندہ بچے کے پاؤں باندھنے کے لئے یہ استعمال کریں۔

میں کافی پریشان ہوا اور سن ۵۸ کو پہلی بار حج کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ تہران سے آیا ہوا ایک رشتہ دار میری بیوی اور بچے کی ایک ایک تصویر اپنے ساتھ لایا۔ اس روز میں نے کاروان کے سربراہ سے کہا کہ آج میں کام نہیں کروں گا کیونکہ آج میں حرم جانا چاہتا ہوں۔ تقریباً دوپہر کے دو بج رہے تھے جب میں حرم پہنچا اور حجر اسماعیل کے پاس خانہ کعبہ سے لپٹ گیا اور کہا: اے خدا! جس طرح تو نے فاطمہ بنت اسد علیہ السلام کو علی علیہ السلام عطا کیا، بالکل اسی طرح مجھے بھی میرے علی کی سلامتی لوٹا دے۔

ابھی میرے خیال میں کوئی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ میں نے دیکھا کہ آسمان تاریک ہو گیا ہے اور حرم کے چراغ روشن کر دیئے گئے ہیں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے وقت کے گزرنے کا قطعی احساس نہیں ہوا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ابھی پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے۔ یہ واقعہ گزر گیا اور میں تہران چلا گیا۔ اپنی معمول کے مطابق آمد و رفت میں میں اس کا حال پوچھنا ہی بھول گیا۔ اچانک اس پر میری نظر پڑی

اور یہ دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا کہ وہ دیوار تھامے چل رہا ہے۔ میں نے اپنی اہلیہ سے اس بات کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ چند دن ہوئے علی دیوار تھام کر چلنے لگا ہے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں نذر کی کہ ہر سال خانہ خدا کے زائرین کی خدمت کے لئے خانہ خدا آؤں۔ وہ دن اور آج کا دن میں ہر سال حج واجب یا عمرہ کے وقت یہاں آتا ہوں۔ میرے بیٹے کو مزید کوئی پریشانی نہیں۔ ابھی ابھی وہ پری یونیورسٹی سے فارغ ہوا ہے اور یونیورسٹی جانے کی تیاری کر رہا ہے۔